تنبیہات

اہم موضوعات اور من گھڑت روایات کی تحقیق

مفتی عبد الباقی اخونزادہ

www.youtube.com/c/MuftiOnlineByMuftiAbdulbaqi
www.t.me/muftionlinebymuftiabdulbaqi

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تنبیہات

اہم موضوعات اور من گھڑت روایات کی تحقیق

نیا سال، محرم الحرام اور اس سے متعلق تنبیہات

مفتی عبد الباقی اخونزادہ صاحب حفظہ اللہ

فہرست

تعارف

مفتی عبدالباقی اخونزادہ صاحب نے ۱۹۹۴ میں جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاون۔ کراچی سے درسِ نظامی کی تعلیم مکمل کی۔ جس کے بعد ۱۹۹۴۔۱۹۹۵ میں اس ہی ادارے سے تخصص فی الفقہ کیا۔ بعد ازاں ۲۰۰۱۔۲۰۰۴ تک جامعہ دارلعلوم کراچی سے تمرینِ افتاء کیا اور وفاقی اردو یونیورسٹی سے تاریخِ اسلام میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی۔ اس وقت مفتی صاحب جامعہ اسلامیہ رضیہ للبنات۔ سائیٹ کراچی میں مہتمم کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

اس کے علاوہ مفتی صاحب واٹس ایپ کے گروپس میں شرعی سوالات کے جوابات دیتے ہیں۔
اور مفتی صاحب کی یوٹیوب کے چینل پر مختلف سوالات کے جوابات اپلوڈ کیئے جاتے ہیں۔

Mufti Online by Mufti Abdul Baqi

YouTube http://YouTube.com/c/MuftiOnlineByMuftiAbdulBaqi

مفتی صاحب کے ٹیلی گرام چینل کا لنک

http://T.me/muftionlinebymuftiabdulbaqi

مفتی صاحب کا واٹس ایپ نمبر

+92-333-8129000

پیش لفظ

یہ کتاب مفتی عبدالباقی اخونزادہ صاحب کی طرف سے اہم موضوعات اور احادیث کی صداقت کے حوالے سے کوششوں کا نتیجہ ہے۔ وہ اہم موضوعات اور احادیث جو کہ دورِ حاضر میں خصوصاً سوشل میڈیا پر زبان زدِ عام ہیں ان کی تحقیق کی گئی ہے کہ آیا وہ صحیح ہیں یا غلط۔ توجہ طلب بات یہ ہے کہ اکثر اوقات سوشل میڈیا پر شیئر کیئے جانے والے موضوعات اور احادیث کی جب تحقیق کی جاتی ہے تو وہ ضعیف، غیر مستند اور من گھڑت ہوتی ہیں۔ جس سے عوام الناس لاعلمی کے باعث جھوٹ کے پھیلانے کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اس ضرورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مفتی صاحب نے یہ سلسلہ شروع کیا تاکہ عام مسلمان اور خصوصاً علماء کرام اس کتاب سے استفادہ حاصل کریں۔ اس کتاب میں مفتی صاحب کی اہم موضوعات اور احادیث کی حوالے سے کی گئی تحقیق کو شامل کیا گیا ہے۔ اگر آپ احباب میں سے کسی کو اس کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے تو براہ مہربانی اس کی نشاندہی ضرور فرمائیں۔

تنبیہات سلسلہ نمبر 67

سال کے ابتداء کی ایک دعا

سوال: ایک شخص مولانا شاکر نوری امیر سنی دعوت اسلامی کی ویڈیو عام ہورہی ہے جس میں وہ سال کے شروع کی دعا کی ترغیب دے رہے ہیں، برائے مہربانی اس دعا اور اس کے ساتھ منسلک باقی دونوں اعمال کے بارے میں رہنمائی فرمائیں کہ کیا یہ مستند ہے اور اس کو کرنا چاہیئے یا نہیں؟



الجواب باسمہ تعالی

واضح رہے کہ سال کی ابتداء کے متعلق جس قدر روایات اور اعمال مشہور ہیں یا اس کی ترغیب دی جارہی ہے وہ تمام اعمال کسی بھی مستند اور صحیح روایات سے ثابت نہیں، بلکہ بعض اعمال تو ایسے ہیں کہ موضوعات کی کتب میں بھی تلاش کرنے کے باوجود اس کا کوئی نام ونشان نہیں ملتا.

سال کے ابتداء میں پڑھی جانے والی دعائیں:

۱. پہلی دعا:

"اللهم أنت الأبدي القديم الأول وعلى فضلك القديم وجودك المعول، وهذا عام جديد قد أقبل نسألك العصمة من الشيطان وأوليائه، والعون على هذه النفس الأمارة بالسوء، والإشتغال بما

يقربني إليك زلفى ياذا الجلال والإكرام يا أرحم الراحمين". -يقول ذلك ثلاثاً- وصلى الله على سيدنا مُحَمَّد النبي الأمي وعلى آله وصحبه وسلم.

جو شخص اس دعا کو پڑھتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ باقی عمر یا باقی سال مجھ سے محفوظ ہوا اور اس شخص کی حفاظت کیلئے دو فرشتے مقرر کئے جاتے ہیں جو شیطان سے اس کی حفاظت کرتے ہیں.

ويزعمون " أن من دعا بهذا الدعاء أول يوم من المحرم فإن الشيطان يقول: استأمن على نفسه فيما بقي من عمره؛ لأن الله يوكل به ملكين يحرسانه من الشيطان".

(انظر: هامش دلائل الخيرات للجزولي (237 _ 238)

اس دعا کا ثبوت کسی بھی مستند غیر مستند حدیث کی کتاب میں وجود نہیں، البتہ بعض وظائف کی کتب میں بغیر سند کے مذکور ہے.

٢. دوسری دعا:

جو شخص سال کے آخیر میں یہ دعا پڑھے "اے اللہ اس سال میں نے جتنے گناہ کئے ان سب کو معاف فرما " تو شیطان کہتا ہے کہ ہم نے پورے سال اس کو گناہ کرانے میں خود کو تھکا دیا اور اس نے ساری محنت ایک لمحے میں ختم کر دی.

أما دعاء آخر السنة فهو: اللهم ما عملت في هذه السنة مما نهيتني عنه فلم أتب منه بعد جرأتي على معصيتك فإني أستغفرك فاغفر لي ... الخ . ويقولون بزعمهم أن من قرأ هذا الدعاء ثلاث مرات فإن الشيطان يقول تعبنا معه طول السنة فأفسد علينا تعبنا في ساعة واحدة.

(المصدر السابق 242 _ 243)

یہ دعا بھی فقط وظائف کی کتابوں میں ہی پائی جاتی ہے.

٣. تیسرا عمل:

جو شخص ذی الحجہ کے آخری دن اور محرم کے پہلے دن روزہ رکھے تو اللہ تعالی ان روزوں کو پچاس سال کے گناہوں کا کفارہ بنادیتے ہیں.

كما استدلوا في تعظيم هذين اليومين إلى حديث موضوع لا يصح عن رسول الله وهو "من صام آخر يوم من ذي الحجة وأول يوم من المحرم فقد ختم السنة الماضية، وافتتح السنة المقبلة بصوم جعله الله كفارة خمسين سنة".

(انظر: الموضوعات لابن الجوزي 199/2).

اس روایت کو علامہ ابن جوزی نے موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے.

۴. چوتھا عمل:

ہر سال کے آخری دن وضو کر کے چاشت کے وقت دو رکعت نفل پڑھیں اور یہ دعا مانگے اور پھر زوال کے بعد اور پھر عصر سے پہلے ایک دن میں تین مرتبہ یہ عمل کریں تو شیطان مایوس ہو کر کہتا ہے اس نے پورے سال کی محنت ضائع کر دی.

دعاء آخر السنة:

"في آخر يوم من كل سنة تتوضأ وتصلي ركعتين نافلة في الضحى ثم تدعو بهذا الدعاء:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وصلى الله على سيدنا مُحَمَّد وعلى آله وصحبه وسلم تسليما، اللهم ما عملت في هذه السنة مما نهيتني عنه فلم أتب منه ولم ترضه ونسيته ولم تنسه وحلمتٌ علي بعد قدرتك على عقوبتي ودعوتني إلى التوبة بعد جرأتي على معصيتك فإني أستغفرك فاغفر لي بفضلك وما عملت فيها مما ترضاه ووعدتني عليه الثواب فأسالك اللهم يا كريم ياذا الجلال والإكرام أن تتقبله مني، ولا تقطع رجائي منك يا كريم وصلى الله على سيدنا مُحَمَّد وعلى آله وصحبه وسلم تسليما.

و تفعل مثل ذلك بعد الزوال ثم قبل صلاة العصر و بذلك تكون قد دعوت في هذا اليوم ثلاث مرات، فإن انت فعلت ذلك حملت الشيطان على أن يقول: تعبنا مع هذا الشخص طوال السنة فأفسد تعبنا في ساعة واحدة."

الإجابة:

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه، أما بعد:

فقد ورد بعض هذا الكلام في بعض الكتب التي لا تهتم بتصحيح الحديث مثل حاشية الشيخ كنون على البناني، وبحثنا عنه في غالب كتب السنة فلم نجد له ذكراً.

یہ روایت بھی حدیث کی کسی صحیح یا ضعیف کتاب میں نہ مل سکی، البتہ بعض وظائف کی کتابوں میں پایا جانا اس کے مستند ہونے کی دلیل نہیں ہے.

۵.پانچواں عمل:

یکم محرم الحرام کو عصر کے بعد تین سو ساٹھ بار بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ آیۃ الکرسی پڑھ کر یہ دعا پڑھیں تو آپ پر پورے سال کسی قسم کی پریشانی کا منحوس سایہ نہ ہو گا اور نہ ہی کوئی ظالم آپ پر ظلم کر سکے گا.

اللهم يا محول الأحوال! حول حالي إلى أحسن الأحوال بحولك وقوتك يا عزيز يا متعال، وصلى الله على نبينا مُحَمَّد وصحبه"

یہ دعا بھی کسی مستند کتاب یا مصدر میں موجود نہیں ہے، بلکہ بعض پوسٹوں میں اس کو غلط لکھا گیا ہے یعنی "متعال" کی جگہ "مفضال" لکھا گیا ہے.

خلاصہ کلام

سال کی ابتداء یا انتہا پر کوئی بھی عمل یا کوئی بھی خاص دعا آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی اکابرین امت سے کسی مستند ذریعے سے ان اعمال کا کرنا یا انکی ترغیب چلانا ثابت ہے.

لہذا اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ ہر نئے عمل کو کرنے سے پہلے اس بات کی تسلی کرلی جائے کہ کیا وہ عمل مستند اور صحیح ہے تاکہ عمل کرنے کا ثواب حاصل ہو، نہ کہ مسلمان ایسے عمل کا مرتکب ہو جو گناہ کا باعث بنے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

یکم محرم ۱۴۳۹ جمعہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 297

یکم محرم کو 113 مرتبہ بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ لکھنا

سوال : گذشتہ چند سالوں سے یکم محرم کو بسم اللہ لکھنے والے عمل پر لوگوں کا اصرار کافی بڑھ گیا ہے، یہاں تک کہ بعض لوگوں نے فوٹو کاپیاں کروا کر اپنے نام سے چھپوا کر لوگوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیا ہے، اور اس کیلئے جامعہ بنوری ٹاؤن کے فتوے کو بنیاد بنایا جا رہا ہے.. اس کے بارے میں آپ کی رائے اور تحقیق مطلوب ہے ...

الجواب باسمہ تعالیٰ

یہ عمل ہمارے ہاں مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ کی کتاب "جواہر الفقہ" سے نقل کیا جاتا ہے.

مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ "جواھر الفقہ" میں لکھتے ہیں:

"جو شخص محرم کی پہلی تاریخ کو ایک سو تیرہ (113) مرتبہ پوری "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کاغذ پر لکھ کر اپنے پاس رکھے گا وہ ہر طرح کی آفات و مصائب سے محفوظ رہے گا، مجرب ہے۔"(جواھر الفقہ:2/187)

اکثر لوگ اس عمل کو مفتی صاحب کا مجرب عمل کہہ کر نقل کرتے ہیں، جبکہ یہ عمل مفتی شفیع صاحب نے شمس المعارف نامی کتاب سے نقل کیا ہے، اور اس کتاب میں بسم اللہ کا فقط یہی ایک عمل منقول نہیں بلکہ بسم اللہ کے بہت سے اعمال اور خواص منقول ہیں، جن میں سے چند اعمال مندرجہ ذیل ہیں:

خواص بسم اللہ الرحمن الرحیم :

1. پہلا عمل: حاجات کی تکمیل اور بادشاہوں کی نگاہ میں محترم ہونا :

جمعرات کو روزہ رکھے، کھجور اور زیتون کے تیل سے افطار کرے، پھر مغرب کی نماز پڑھے، اور بسم اللہ کو 121 بار پڑھے، پھر پڑھتا چلا جائے یہاں تک کہ سو جائے، جمعہ کی صبح فجر کی نماز پڑھے اور 121 بار پڑھ لے، پھر مشک، زعفران اور گلاب کے پانی سے اس کو لکھ لے، اور اس کاغذ کو عود اور عنبر کی دھونی دے، جو شخص یہ عمل کرے گا قسم کھائی جا سکتی ہے کہ وہ لوگوں کی نگاہ میں چاند کی طرح محترم ہو جائے گا، اس کی ہیبت ہو گی اور ہر شخص اس سے محبت کرے گا اور اس کی ضرورت پوری کرے گا، اس کو لکھنے کا طریقہ یوں ہے : ب س م ال ل ہ ال رح م ن ال رح ي م 121 بار ایسے لکھیں۔

لقضاء الحوائج والدخول على الحكام: أن من أراد ذلك فليصم الخميس، ويفطر على الزيت والتمر، ويصلي المغرب، ويقرؤها مائة وإحدى وعشرين مرة، ثم يقرؤها من غير عدد إلى أن يغلب عليه النوم، فإذا أصبحت يوم الجمعة، فصل الصبح واتلها العدد المذكور، واكتبها في كاغد بمسك وزعفران وماء ورد، وبخرها بعود وعنبر، وكتابتها العدد المذكور، فو الله الذي لا إله إلا هو ما حملها رجل أو امرأة إلا وصار في أعين الناس كالقمر ليلة البدر، وكان عزيزا مهابا وجيها مطاعا، وكل من رآه أحبه وقضى حاجته، وألقى حبه في قلوب الخلق وهذه صفة كتابتها: ب س م ا ل ل ه ا ل ر ح م ن ا ل ر ح ي م تكتبها مائة وإحدى وعشرين مرة، وكتابتها متصلة طريقة أخرى.

2. دوسرا عمل: کشادگی رزق کیلئے :

اگر ہرن کی کھال پر 121 مرتبہ مشک، زعفران، گلاب کا پانی اور دیگر اشیاء سے لکھ کر کوئی رزق کی تنگی کا شکار شخص رکھے گا تو اس کے رزق میں وسعت ہو گی، اور اس کے قرضے اتر جائینگے، اور ہر مشکل سے حفاظت ہو گی.

وإذا كتبت في رق غزال مائة وإحدى وعشرين مرة بمسك وزعفران وماء ورد والبخور قسط وميعه ولبان وجاوي وحمله المقتر عليه في الرزق فتح الله تعالى عليه ووسع رزقه، وإن حملها مديون أوفى الله تعالى دينه وكانت له أمانا من كل مكروه.

3. تیسرا عمل: بیماری اور ولادت کی سہولت کیلئے:

اگر کسی شیشے کے برتن میں 40 بار لکھ لیا جائے، اور اس کو زمزم کے پانی یا کسی میٹھے کنویں کے پانی سے دھو کر پی لیا جائے، اور کسی بیمار کو پلایا جائے تو اس کی بیماری دور ہو جائے گی، اور اگر کسی خاتون کیلئے ولادت میں مشکل ہو تو وہ مشکل ختم ہو جائے گی.

وإذا كتبها في جام زجاج أربعين مرة ومحاها بماء زمزم أو ماء بئر عذب وشرب من ذلك الماء أي مريض كان عافاه الله تعالى. وإذا شربت منه متعسرة عن الولادة وضعت حالا.

4. چوتھا عمل: گھر اور دکان کی حفاظت اور برکت کیلئے:

اگر 35 بار لکھ کر کسی مکان میں لٹکایا جائے تو وہ گھر شیطان اور جنات سے محفوظ ہو گا اور اس کی برکت بڑھ جائے گی، اور اگر اسی پرچے کو کسی دکان میں لٹکایا جائے تو اس دکان کی برکت بڑھ جائے گی.

وإذا كتبت في ورقة خمسة وثلاثين مرة وعلقت في البيت لم يدخله شيطان ولا جان وتكثر فيه البركة. وإذا علقت تلك الورقة في دكان كثر زبونه وزاد ربحه وكثرت بضاعته وأعمى الله عنه أعين الناظرين.

5. پانچواں عمل: عمر بھر کی حفاظت:

اگر محرم کی پہلی تاریخ کو130 بار لکھ کر اپنے پاس رکھ لیا جائے تو اس شخص اور اس کے گھر والوں کو عمر بھر کوئی تکلیف نہ پہنچے.

وإذا كتبت في أول يوم من المحرم في ورقة مائة وثلاثين مرة وحملها إنسان لا يناله مكروه وأهل بيته مدة عمره.

6. چھٹا عمل: بے اولاد عورت کا علاج :

اگر بسم اللہ110 مرتبہ لکھ کر کسی بے اولاد عورت کو دی جائے، تو اس بسم اللہ کی برکت سے اس کا حمل ٹھہرے گا، اور اس کاغذ کو ساٹھ دن پاس رکھے تو نیک صالح اولاد ہو گی، اور حمل کی کوئی تکلیف نہ ہو گی.

وإذا كتبت ١١٠ مرة للمرأة التي لا يعيش لها ولد، والعاقر التي لم تحمل بعد طهرها من الحيض ثلاثة أيام، وحملت الورقة ووطئها الزوج فإنها تحمل بإذن الله تعالى، ولا تضع الورقة إلا بعد ستين يوما فإنها تحمل بولد صالح ولا ترى لحمله ألما ولا مشقة بإذن الله تعالى.

7. ساتواں عمل: اولاد زندہ رہنے کا عمل:

اگر بسم اللہ61 بار لکھی جائے اور جن کی اولاد زندہ نہ رہتی ہو ان کو دے دیا جائے، تو اولاد زندہ رہے گی.

وإذا كتبت إحدى وستين مرة وحملها من لا يعيش أولادها عاشوا، وقد جرب ذلك وصح، والله على كل شيء قدير.

8. آٹھواں عمل: کھیتوں کی حفاظت کا عمل:

اگر بسم اللہ کو101 مرتبہ لکھ کر کسی کھیت میں دفن کر دیا جائے تو اس کھیت کی فصل بڑھے گی اور وہ کھیت محفوظ رہے گا.

وإذا كتبت في ورقة مائة مرة وواحدة ودفنت في الزرع خصب ذلك الزرع وحفظ من جميع الآفات.

9. نواں عمل: میت کو عذاب سے محفوظ رکھنے کا عمل:

اگر بسم اللہ کو 70 بار لکھ کر میت کے ساتھ رکھ دیا جائے تو میت عذاب قبر سے محفوظ ہو گی، اور اس کیلئے قیامت تک نور ہو گا.

وإذا كتبت سبعين مرة ووضعت مع الميت في كفنه أمن من هول منكر ونكير، وكانت له نورا إلى يوم القيامة.

کتاب شمس المعارف کا تعارف اور درجہ:

کتاب "شمس المعارف ولطائف العوارف" حضرت شیخ ابو العباس احمد بن علی البونی کی تصنیف ہے جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد کا نام شمس المعارف الکبری جبکہ دوسری جلد کا نام شمس المعارف الصغری ہے۔

عملیات و تعویذات اور اوراد و وظائف کے فن پر یہ سب سے زیادہ مشہور اور مستند عربی کتاب ہے۔ اس کے علاوہ یہ اسماء اللہ الحسنیٰ اور آیات قرآنی و حروف تہجی کے خواص و اسرار و امور پر بے مثال کتاب ہے۔ (ویکیپیڈیا)

اس کتاب کے مصنف:

أحمد علی بن یوسف البونی الجزائر میں پیدا ہوئے، تیونس میں تعلیم پائی، مصر میں رہے اور وہیں انتقال ہوا، اپنے زمانے کے اکابر علماء سے ملاقاتیں کیں، جیسے ابن بشکوال، ابو الفرج ابن جوزی، ابن عساکر اور ابو طاہر السلفی.

أحمد بن علي بن يوسف البوني المالكي (بحدود 520هـ – 622هـ) صوفي وكاتب جزائري. ولد في مدينة بونة (عنابة) بالجزائر وعاش في مصر وتوفي بالقاهرة. كتبه كانت تستعمل حتى القرن الواحد والعشرين منهم سر الحكم وشمس المعارف الكبرى.

اس کتاب کے بارے میں رائے:

شمس المعارف کتاب میں موجود جادوئی أعمال اور تسخیرات کی وجہ سے بعض لوگوں نے مصنف کو جادوگر قرار دے کر اس کتاب کے پڑھنے کو حرام قرار دیا ہے.

جبکہ دیگر ایک طبقہ شیخ بونی کو اولیاء اللہ میں شمار کر کے اس کتاب کو ان کی کرامت قرار دیتے ہیں۔

انقسم العلماء في تعريفهم للبوني إلى فريقين، فمنهم من كفره وقال أنه ساحر، ومنهم من قال إنه من الأولياء.

يقول الشيخ مُحَمَّد بن شمس الدين: وهو ساحر مشرك. بل أظن أن كل السحرة اليوم قد تربوا على كتابه شمس المعارف الكبرى.

قال يوسف النبهاني عنه: من كبار المشايخ ذوي الأنوار والأسرار، وممن أخذ عنه المرسي، فمن كراماته أنه كان مجاب الدعوة.

اس کتاب میں موجود أعمال کا حکم :

أعمال تین طرح کے ہیں:

1) جو اعمال قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، ان کو ضرور التزام کے ساتھ کیا جائے.

2) جو قرآن وحدیث سے ثابت نہیں لیکن درست ہیں، ان اعمال کو بغیر التزام اور پابندی کے کبھی کیا جائے اور کبھی چھوڑا جائے تاکہ نیا طریقہ نہ بن جائے.

3) وہ اعمال جو نامعلوم اور مجہول اعمال ہیں، ان سے اجتناب کیا جائے.

یکم محرم الحرام والا عمل:

مذکورہ عمل قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے، نہ ہی شرعاً یہ فرض، واجب، مسنون، اور مستحب ہے، بلکہ از قبیل مجربات، مباح اور جائز عمل ہے، کر سکتے ہیں، لیکن ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک کے حق میں یہ عمل مؤثر اور فائدہ مند ہو۔

فی زمانہ عوام الناس جس طرح اس عمل میں حد درجہ دلچسپی لے رہے ہیں اس کا ترک کر دینا اور اسے نظر انداز کر دینا بہتر معلوم ہوتا ہے، ورنہ ذرائع ابلاغ کی تیز رفتاری کے اس دور میں آئندہ چند سالوں میں عوام الناس اسے یکم الحرام کا ایک لازمی جزو سمجھ لیں گے، ویسے بھی امت کے فقہاء نے کسی بھی مستحب عمل کے متعلق لکھا ہے کہ اگر لوگ اسے ضروری سمجھنے لگیں تو اس کا ترک لازم ہو جاتا ہے، جبکہ مذکورہ عمل تو صرف مجرب ہے، مستحب بھی نہیں ہے،

لہٰذا جب اس میں عوام الناس کا اس درجہ غلو ہونے لگے کہ رسم کی شکل بن جائے اور اسے ضروری سمجھا جانے لگے (جو کہ تقریباً ہو رہا ہے) تو اس کا ترک کر دینا بدرجہ اولیٰ ضروری ہو گا۔

الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة- (سعایۃ ۲؍۲۶۵، الدر المختار، باب سجدة الشكر / قبیل باب صلاۃ المسافر ۲؍۱۲۰ کراچی، ۲؍۵۹۸ زکریا)

قال الطيبي: وفيه من أصر على أمر مندوب وجعله عزمًا، ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب من الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على أمر بدعة أو منكر- (مرقاة المفاتيح ٢٫١٤، فتح الباري ٢٫٣٣٨)

منقول

خلاصہ کلام

شمس المعارف سے منقول بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے خواص والے اعمال کی کوئی سند یا حوالہ موجود نہیں، بلکہ اس کو زیادہ سے زیادہ مجربات کہا جاسکتا ہے، اور مجربات کا حکم یہی ہے کہ اس پر انفرادی عمل کیا جاسکتا ہے، لیکن اس کی دعوت کو عام کرنا اور اس کو سنت کی طرح بار بار لوگوں میں پھیلانا یہ فقہی اعتبار سے درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ
٢٦ اگست ٢٠٢٠ کراچی

تنبیہات سلسلہ نمبر 68

عاشوراء کی فضیلت

محرم الحرام سال کا پہلا مہینہ ہے اس سے ہجری سال کی ابتدا ہوتی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینے کی فضیلت بیان فرمائی اور اس کے دنوں میں روزہ رکھنے کی ترغیب فرمائی.

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ افضل ترین روزے رمضان کے بعد محرم کے ہیں اور فرض کے بعد افضل ترین نماز رات کی نماز ہے

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله: (أفضلُ الصيام بعد رمضان شهرُ الله المحرم، وأفضلُ الصلاة بعد الفريضة صلاةُ الليل) وفي رواية: (الصلاة في جوف الليل) أخرجه مسلم .

لیکن شوم قسمت کہ دیگر چیزوں کی طرح اس مہینے اور عاشورا کے متعلق بھی اس قدر کمزور اور من گھڑت باتیں عام کی گئی کہ اب صحیح بات اور غلط بات میں تمیز مشکل تر ہوتی جارہی ہے

عاشورا کے متعلق مشہور روایات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے بنی اسرائیل پر دس محرم کا روزہ فرض کیا تم لوگ بھی یہ روزہ رکھو اور اپنے اہل وعیال پر رزق میں فراخی کرو کیونکہ جو شخص اس میں فراخی کرے گا سارا سال اس پر فراخی کی جائیگی.

1) اس دن آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی.
2) اسی دن ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا.
3) اسی دن ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے نجات ملی.
4) اسی دن نوح علیہ السلام کی کشتی کو نجات ملی.
5) اسی دن موسی علیہ السلام پر وحی آئی.
6) اسی دن اسماعیل علیہ السلام کی قربانی قبول ہوئی.
7) اسی دن یوسف علیہ السلام کو جیل سے نجات ملی.

8) اسی دن یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی بینائی واپس آئی.

9) اسی دن یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی.

10) اسی دن ایوب علیہ السلام کو بیماری سے شفا ملی.

11) اسی دن موسی علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر سمندر کو پار کیا.

12) یہ دن حضور علیہ السلام کو اگلے پچھلے سارے گناہوں کی معافی ملی.

13) اس دن کا روزہ 40 سال کے گناہوں کا کفارہ ہے.

14) اللہ تعالی نے مخلوقات میں سے سب سے پہلے اس عاشورہ کا دن بنایا.

15) سب سے پہلی بارش اسی دن ہوئی.

16) سب سے پہلی رحمت اس دن نازل ہوئی.

17) جس نے عاشورا کا روزہ رکھا گویا پورے سال کا روزہ رکھا.

18) جس نے اس رات عبادت کی گویا اس نے تمام مخلوقات کے بقدر عبادت کی.

عاشورا کے بعض اعمال کے فضائل

1. چار رکعت نماز فاتحہ کے بعد پچاس مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے تو اللہ تعالی گذشتہ پچاس سال اور آئندہ پچاس سالوں کے گناہ معاف فرمادے
2. جس نے اس دن کسی کو کچھ پلایا تو گویا اس نے لمحہ بھر رب کی نافرمانی نہیں کی
3. اگر کسی نے عاشورا کے دن کسی غریب گھرانے کو کھلایا وہ پل صراط پر روشنی کی چمک کی طرح گزرے گا.

عاشورا کے بعض خاص اعمال

1. جو عاشورا کے دن غسل کرے گا اس کو مرض الموت کے سوا کوئی مرض لاحق نہ ہو گا
2. جو عاشورا کو سرمہ لگائے گا اس کی آنکھیں کبھی خراب نہ ہونگی
3. جس نے اس دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا گویا تمام یتیموں کے ساتھ بھلائی کی
4. جس نے عاشورا کا روزہ رکھا اس کیلئے ایک ہزار حج ایک ہزار عمرے اور ایک ہزار شہیدوں کا لکھا جائیگا

اس دن کے خاص دیگر واقعات:

- عاشورا کے دن ساتوں آسمان ساتوں زمینیں پہاڑ سمندر پیدا کئے گئے
- اسی دن عرش بنایا گیا
- اسی دن جبرائیل کی پیدائش ہوئی
- اسی دن عیسی علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا
- اسی دن سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت دی گئ
- اور قیامت بھی اسی دن قائم کی جائیگی

عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: " إن الله عز وجل افترض على بنى إسرائيل صوم يوم في السنة يوم عاشوراء وهو اليوم العاشر من المحرم، فصوموه ووسعوا على أهليكم فيه، فإنه من وسع على أهله من ماله يوم عاشوراء وسع عليه سائر سنته، فصوموه فإنه اليوم الذى تاب الله فيه على آدم، وهو اليوم الذى رفع الله فيه إدريس مكانا عليا، وهو اليوم الذى نجى فيه إبراهيم من النار، وهو اليوم الذى أخرج فيه نوحا من السفينة، وهو اليوم الذى أنزل الله فيه التوراة على موسى، وفيه فدى الله إسماعيل من الذبح، وهو اليوم الذى أخرج الله يوسف من السجن، وهو اليوم الذى رد الله على يعقوب بصره، وهو اليوم الذى كشف الله فيه عن أيوب البلاء، وهو اليوم الذى أخرج الله فيه يونس من بطن الحوت، وهو اليوم الذى فلق الله فيه البحر لبنى إسرائيل، وهو اليوم الذى غفر الله لمحمد ذنبه ما تقدم وما تأخر، وفى هذا اليوم عبر موسى البحر، وفى هذا اليوم أنزل الله تعالى التوبة على قوم يونس، فمن صام هذا اليوم كانت له كفارة أربعين سنة، وأول يوم خلق الله من الدنيا يوم عاشوراء، وأول مطر نزل من السماء يوم عاشوراء،

وأول رحمة نزلت يوم عاشوراء، فمن صام يوم عاشوراء فكأنما صام الدهر كله، وهو صوم الانبياء، ومن أحيا ليلة عاشوراء فكأنما عبدالله تعالى مثل عبادة أهل السموات السبع، ومن صلى أربع ركعات يقرأ في كل ركعة الحمد مرة وخمسين مرة قل هو الله أحد غفر الله خمسين عاما ماض وخمسين عاما مستقبل وبنى له في الملا الاعلى ألف ألف منبر من نور، ومن سقى

شربة من ماء فكأنما لم يعص الله طرفة عين، ومن أشبع أهل بيت مساكين يوم عاشوراء، مر على الصراط كالبرق الخاطف.

ومن تصدق بصدقة يوم عاشوراء فكأنما لم يرد سائلا قط، ومن اغتسل يوم عاشوراء لم يمرض مرضا إلا مرض الموت، ومن اكتحل يوم عاشوراء لم ترمد عينيه تلك السنة كلها، ومن أمر يده على رأس يتيم فكأنما بر يتامى ولد آدم كلهم، ومن صام يوم عاشوراء أعطى ثواب عشرة ألف ملك، ومن صام يوم عاشوراء أعطى ثواب ألف حاج ومعتمر، ومن صام يوم عاشوراء أعطى ثواب ألف شهيد، ومن صام يوم عاشوراء كتب له أجر سبع سموات وفين خلق الله السموات و الارضين والجبال والبحار، وخلق العرش يوم عاشوراء، وخلق القلم يوم عاشوراء، وخلق اللوح يوم عاشوراء، وخلق جبريل يوم عاشوراء، ورفع عيسى يوم عاشوراء، وأعطى سليمان الملك يوم عاشوراء، ويوم القيامة يوم عاشوراء، ومن عاد مريضا يوم عاشوراء فكأنما عاد مرضى ولد آدم كلهم ".

اس روایت کا درجہ:

علامہ ابن جوزی نے اس روایت کو اپنی کتاب موضوعات میں ذکر کرکے فرمایا کہ یہ روایت من گھڑت ہے

رواه بن الجوزي في كتاب الموضوعات و قال عقب إيراده له :هذا حديث لا يشك عاقل في وضعه ولقد أبدع من وضعه وكشف القناع ولم

يستحيي وأتى فيه المستحيل وهو قوله: وأول يوم خلق الله يوم عاشوراء، وهذا تغفيل من واضعه لانه إنما يسمى يوم عاشوراء إذا سبقه تسعة. انتهى

اس روایت کے ہم معنی روایات:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کے قریب کی روایت منقول ہے

06 – عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ: " من صام يوم عاشوراء كتب الله له عبادة ستين سنة بصيامها وقيامها، ومن صام يوم عاشوراء أعطى ثواب عشرة آلاف ملك، ومن صام يوم عاشوراء أعطى ثواب ألف حاج ومعتمر، ومن صام يوم عاشوراء أعطى ثواب عشرة آلاف شهيد، ومن صام يوم عاشوراء كتب الله له أجر سبع سموات، ومن أفطر عنده مؤمن في يوم

عاشوراء فكأنما أفطر عنده جميع أمة مُحَمَّد، ومن أشبع جائعا في يوم عاشوراء فكأنما أطعم جميع فقراء أمة مُحَمَّد ﷺ وأشبع بطونهم ومن مسح على رأس يتيم رفعت له بكل شعرة على رأسه في الجنة درجة، قال فقال عمر يا رسول الله لقد فضلنا الله عزوجل بيوم عاشوراء ؟ قال: نعم خلق الله عز وجل يوم عاشوراء والارض كمثله، وخلق الجبال يوم عاشوراء والنجوم كمثله وخلق القلم يوم عاشوراء واللوح كمثله، وخلق جبريل يوم عاشوراء وملائكته يوم عاشوراء، وخلق آدم يوم عاشوراء وولد إبراهيم يوم عاشوراء، ونجاه الله من النار يوم عاشوراء، وفداه الله يوم عاشوراء، وغرق فرعون يوم عاشوراء ورفع إدريس يوم عاشوراء، وولد في يوم عاشوراء، وتاب الله على آدم في يوم عاشوراء، وغفر ذنب داود في يوم عاشوراء، وأعطى الله الملك لسليمان يوم عاشوراء، وولد النبي ﷺ في يوم عاشوراء، واستوى الرب عز وجل على العرش يوم عاشوراء، ويوم القيامة يوم عاشوراء ".

اس روایت کا حکم:

اس روایت پر بھی وضع کا حکم لگا ہے

هذا الحديث موضوع

ففي إسناده حبيب بن أبي حبيب و هو معروف بالكذب بل قال فيه الإمام أحمد رحمه الله :كان حبيب بن أبي حبيب يكذب

اس روایت کی سند میں حبیب بن ابی حبیب کو امام احمد نے جھوٹا قرار دیا ہے

وقال ابن عدى: كان يضع الحديث

روایات گھڑ تا تھا ابن عدی

وقال أبو حاتم أبو حبان: هذا حديث باطل لا أصل له.قال وكان حبيب من أهل مرو يضع الحديث على الثقاة لا يحل كتب حديثه إلا على سبيل القدح فيه

یہ شخص من گھڑت روایات نقل کر تا تھا ابو حاتم

وقال بن الجوزي بعد ذكره لهذا الحديث هذا حديث موضوع بلا شك

یہ روایت من گھڑت ہے ابن جوزی

صحیح اور ثابت اعمال:

جاہلیت میں قریش عاشورا کا روزہ رکھتے تھے آپ علیہ السلام بھی رکھتے تھے اور مدینہ ہجرت کے بعد بھی رکھتے لیکن رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد اختیار دیا گیا جو چاہے رکھے۔

ان عائشة ﵂ قالت : (كان يوم عاشوراء تصومه قريش في الجاهلية ، وكان رسول الله يصومه في الجاهلية ، فلما قدم المدينة صامه، وأمر بصيامه، فلما فُرِضَ رمضان ترك يوم عاشوراء، فمن شاء صامه، ومن شاء تركه) أخرجه البخاري ومسلم

جابر بن سمرة کہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیتے ترغیب دیتے تھے

وعن جابر بن سمرة قال : (كان رسول الله r يأمر بصيام يوم عاشوراء ، ويحثنا عليه ، ويتعاهدنا عليه ... الحديث) أخرجه مسلم(3) .

اس روزے کا اجر

آپ علیہ السلام سے عاشورا کے روزے کا اجر پوچھا گیا آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ امید ہے کہ گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے

أبي قتادة أن رسول الله سئل عن صوم يوم عاشوراء ، فقال: (يكفر السنة الماضية) وفي رواية: (... وصيام يوم عاشوراء أحتسب على الله أن يكفر السنة التي قبله) أخرجه مسلم(1)

اس روزے کی وجہ اور طریقہ

حضور علیہ السلام مدینہ تشریف لائے تو یہود کو عاشورا کے دن خوشی اور عید مناتے پایا جس کی وجہ یہ بیان کی گئ کہ اس دن حضرت موسی علیہ السلام کو نجات ملی تھی لہذا خوشیاں مناتے تھے

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کے بنسبت ہم موسی علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں لیکن ہم روزہ رکھے گے

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قدم رسول الله المدينة فوجد اليهود يصومون يوم عاشوراء، فسئلوا عن ذلك، فقالوا: هذا اليوم الذي أظهر الله فيه موسى وبني إسرائيل على فرعون ، فنحن نصومه تعظيماً له، فقال رسول الله: (نحن أولى بموسى منكم، فأمر بصيامه) أخرجه البخاري ومسلم، وفي رواية لمسلم: (فصامه موسى شكراً ، فنحن نصومه ...)

یہود کی مخالفت

جب آپ علیہ السلام نے اس دن کے روزے کا حکم دیا تو عرض کیا گیا کہ یہ دن تو یہود اور نصارٰی کی بھی تعظیم کا دن ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگلے سال ہم نو تاریخ کا روزہ بھی رکھے گے

عن ابن عباس رضي الله عنهما أن رسول الله r لما صام يوم عاشوراء وأمر بصيامه قالوا: يا رسول الله، إنه يوم تعظمه اليهود والنصارى، فقال رسول الله: (فإذا كان العام المقبل إن شاء الله صمنا اليوم التاسع) قال: فلم يأت العام المقبل حتى توفي رسول الله. أخرجه مسلم، وفي رواية له: (لئن بقية إلى قابل لأصومن التاسع) (1) .

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک ضعیف روایت ہے کہ عاشورا کا روزہ رکھو یہود کی مخالفت کرو اس سے ایک دن قبل یا بعد روزہ رکھو

بحديث ابن عباس مرفوعاً بلفظ: (صوموا يوم عاشوراء، وخالفوا فيه اليهود، صوموا قبله يوماً، أو بعده يوماً) وهو حديث ضعيف

دستر خوان وسیع کرنا

اس متعلق استاد محترم مولانا طلحہ منیار صاحب کا مضمون اختصارا نقل کرونگا.

الجواب:

عاشوراء کے دن وسعت علی العیال والی حدیث: پانچ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے مرفوعا، اور حضرت عمر سے موقوفا، اور ایک تابعی کی روایت سے مرسلا منقول ہے، جن صحابہ کرام سے مرفوعا وارد ہے، وہ یہ ہیں :

- حضرت جابر [شعب الإيمان 3512]
- حضرت ابن مسعود [شعب الإيمان 3513]
- حضرت ابو سعید خدری [شعب الإيمان 3514]
- حضرت ابو ھریرہ [شعب الإيمان 3515]
- حضرت ابن عمر [التوسعة على العيال لأبي زرعة(ص:12،10)]

- حضرت عمر پر موقوف روایت [التوسعة على العيال لأبي زرعة (ص:13)] میں
- اور ابن المنتشر تابعی کا بلاغ [شعب الإيمان 3516] میں مروی ہے۔

بعض علماء حدیث اس حدیث کی تمام اسانید وطرق پر جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث مرفوعا ثابت نہیں ہے، اور بعض صراحتا من گھڑت ہونے کا حکم لگاتے ہیں.

[التوسعة على العيال لأبي زرعة (ص: 13) ، مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (6/ 363)]

جبکہ ان کے مقابلہ میں بعض محدثین نے ان کو قبول کیا ہے، اور بعض اسانید کو صحیح یا حسن کا مرتبہ دیا ہے، ان میں بالخصوص امام بیہقی، ابن القطان، عراقی، ابوزرعہ بن العراقی، ابن حجر عسقلانی، سیوطی رحمھم اللہ ہیں،

ان کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

اور مذاہب اربعہ کی کتابوں میں بھی اس پر عمل کرنے کی گنجائش لکھی ہے، اور یہ کہ سال بھر کی برکت کے بارے میں یہ عمل مجرب اور پائے ثبوت کو پہنچا ہوائے ہے.

حنفیہ کے بعض فتاوی ملاحظہ فرمائیں:

- وسعت علی العیال کی روایت اگرچہ سنداً ضعیف ہے؛ لیکن مختلف طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے فضائل میں قابل استدلال ہے؛ لیکن اس روایت سے کھچڑے اور حلیم پکانے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ کھچڑا آج کل اہل بدعت کا شعار بن چکا ہے اور یہ لوگ روزہ رکھنے کے بجائے دن بھر کھچڑا کھاتے کھلاتے رہتے ہیں، جو منشائے نبوی کے بالکل خلاف ہے، نیز اس میں التزام مالا یلزم کے معنی بھی پائے جاتے ہیں؛ کیوں کہ وسعت پر عمل کھچڑا پکانے پر ہی منحصر نہیں؛ بلکہ کسی بھی طرح دسترخوان وسیع کرنے سے یہ فضیلت حاصل ہوسکتی ہے۔(کتاب النوازل ج ۷ اص ۱۸۸)۔
- عاشوراء کے روز شام کو وسعت دسترخوان ناجائز نہیں ہے ،بلکہ جائز اور باعث خیر و برکت ہے۔(فتاوی قاسمیہ ج ۲ ص ۴۳۲)۔
- عاشوراء کے دن اہل وعیال کو اچھا اور خوب کھلانا حدیث وکتب فقہ سے ثابت ہے، حدیث اگرچہ ضعیف بھی ہو پھر بھی فضائلِ اعمال میں اس پر عمل کرنے میں ثواب ہے، نیز فقہاء نے بھی اس حدیث کو قابلِ عمل فرمایا ہے۔واللہ اعلم۔(فتاوی دار العلوم زکریا ج ا ص ۴۱۹)۔

- عاشورا کے دن اہل و عیال پر فراوانی کی حدیث صحیح ہے اور اس پر عمل کرنا جائز ہے۔(نجم الفتاوی ج ا ص۲۹۶) ۔

خلاصہ کلام

محرم کے دنوں میں عموما اور دس محرم کے دن کا روزہ خصوصا باعث اجر وثواب و کفارہ سیئات ہے اور اس دن اہل و عیال پر رزق کی وسعت بھی ایک مستحب عمل ہے لیکن اس کے علاوہ جس قدر اعمال یا نمازیں یا قصے اس دن کے حوالے سے مشہور کئے گئے ہیں وہ سب غلط اور من گھڑت روایات ہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبد الباقی اخونزادہ

2 محرم الحرام 1439 کراچی

ضمیمہ تنبیہات سلسلہ نمبر 68

دعاء عاشوراء کے نام سے یا اعمال عاشوراء کے نام سے ایک پرچہ گردش کر رہا ہے جس میں مختلف اعمال مذکور ہیں.

1. پہلی دو رکعت مخصوص سورت اور مقدار کے ساتھ جو کہ موضوعات میں سے ہے یعنی یہ نماز اس مخصوص ترکیب کے ساتھ کہیں بھی ثابت نہیں.
2. دوسری ایک دعا جو کہ کنز النجاح والسرور نامی کتاب میں مذکور ہے لیکن صرف اس کتاب میں ذکر ہونا اس دعا کی صحت کیلئے کافی نہیں ہے.

(نوٹ بعض حضرات اس طرح کے اعمال پر مجرب کا لیبل لگا کر علمی گرفت سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں)

3. اس دعاء میں انبیاء کے واقعات کا تذکرہ ہے اس کی بھی کوئی اصل تلاش کے باوجود نہیں مل پائی بلکہ جس قدر روایات وارد ہیں وہ سب تقریبا موضوعات اور من گھڑت ہے جس کی تفصیل **تنبیہات نمبر 68** میں موجود ہے

مجموعی طور پر یہ پرچہ میں جو دعاء اور نماز مذکور ہے اور عوام میں مشہور ہوئی ہے اس کی کوئی اصل احادیث سے نہیں.

گزشتہ دنوں حرز ابودجانہ کے نام سے ایک عمل سامنے آیا تو اس کی جو روایت تھی وہ من گھڑت اور موضوع تھی لیکن بعض ساتھیوں کا یہ اصرار تھا کہ روایت موضوع ہے لیکن عمل مجرب ہے لہذا اس کی اجازت ملنی چاہئے.

اللہ تعالی جزائے خیر مفتی عارف گلگتی صاحب کو جنہوں نے ہندوپاک کے جید محدثین مولانا نور البشر صاحب کراچی اور مولانا طلحہ منیار صاحب گجرات انڈیا سے رابطہ کیا تو دونوں حضرات نے اس بات کی تائید فرمائی کہ جس عمل کی بنیاد اگر کسی موضوع روایت پر ہو تو اس عمل کو بطور مجرب کے کرنا بھی درست نہیں ہے.

اس دعا کی بنیاد بھی من گھڑت روایات پر ہے لہذا اس دعا کا پڑھنا یا اس کو عام کرنا کسی بھی صورت درست نہیں.

عاشوراء کے اعمال میں روزہ اور اہل وعیال پر وسعت سے خرچ کرنا ثابت ہے اس کے علاوہ جو باتیں مشہور ہیں انکی کوئی اصل نہیں اور انکی تشہیر اور عمل سے اجتناب کرنا چاہئے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدالباقی اخونزادہ

2 اکتوبر 2017 کراچی

تنبیہات سلسلہ نمبر46

مولا علی

سوال: شیعہ حضرات ایک روایت پیش کرتے ہیں "من كنت مولاه فهذا على مولاه" اور اس سے خلافت اور "مولا علی مدد " کا معنی نکالتے ہیں.

الجواب باسمہ تعالی

سب سے پہلے اس روایت کا پس منظر اور اس اعلان کی وجوہات کا واضح کرنا ضروری ہے تا کہ یہ معلوم ہو کہ آپ ﷺ نے یہ بات کیوں فرمائی اور اس کا مطلب کیا ہے.

واقعہ کا پس منظر:

ا پہلی روایت:

عباس عن بريدة الأسلمي ﷺ قال: خرجت مع علي ﷺ إلى اليمن فرأيت منه جفوة، فقدمت على النبي ﷺ، فذكرت عليا، فتنقصته، فجعل رسول الله ﷺ يتغير وجهه، فقال" :يابريدة! ألست أولى بالمؤمنين من أنفسهم؟ "قلت: بلى يارسول الله، قال" :من كنت مولاه، فعلي مولاه."

–أخرجه النسائي في "الكبرى8145) "، 8466، .(8467)

–وأحمد (22945).

–والبزار (4352، 4353)

–والحاكم (4578)، وصححه على شرط مسلم.

–وقال الألباني في "السلسلة الصحيحة) "تحت الحديث 1750): قلت: وهذا إسناد صحيح على شرط الشيخين، وتصحيح الحاكم على شرط مسلم وحده قصور.

٢ دوسری روایت:

وعن أبي سعيد الخدري قال: اشتكى الناس عليا رضوان الله عليه فقام رسول الله ﷺ فينا خطيبا فسمعته يقول" :أيها الناس! لا تشكوا عليا؛ فوالله إنه لأخشن في ذات الله أو في سبيل الله من أن يشكى."

-رواه أحمد في "المسند(11835) :"، وفي "فضائل الصحابة.(1161) "

-والطبري في تاريخه: (2/ 205)

-والحاكم (4654).

-وأبو نعيم في "الحلية.(1/68)

-وابن عساكر (42/199-200)

وهذا اللفظ مختصر، والقصة الكاملة هي:

عن أبي سعيد الخدري رضى الله عنه قال: بعث رسول الله ﷺعلي بن أبي طالب إلى اليمن، قال أبوسعيد: فكنت ممن خرج معه، فلما أخذ من إبل الصدقة سألناه أن نركب منها ونريح إبلنا فكنا قد رأينا في إبلنا خللاً، فأبى علينا وقال: إنما لكم منها سهم كما للمسلمين، قال: فلما فرغ علي وإنطلق من اليمن راجعاً أمر علينا إنساناً وأسرع هو فأدرك الحج، فلما قضى حجته قال له النبي صلى الله عليه وسلم: ارجع إلى أصحابك حتى تقدم عليهم، قال أبوسعيد: وقد كنا سألنا الذي استخلفه ما كان على منعنا إياه نفعل فلما جاء عرف في إبل الصدقة إن قد ركبت رأى أثر المركب فذم الذي أمره ولامه، فقلت: إنا إن شاء الله إن قدمت المدينة لأذكرن لرسول الله ولأخبرنه ما لقينا من الغلظة والتضييق، قال: فلما قدمنا المدينة غدوت إلى رسول الله أريد أن أفعل ما كنت حلفت عليه، فلقيت أبابكر خارجاً من عند رسول الله فوقف معي ورحب بي وسألني وسألته وقال متى قدمت؟ قلت: قدمت البارحة فرجع معي إلى رسول الله فدخل فقال: هذا سعد بن مالك بن الشهيد، قال: ائذن له، فدخلت فحييت رسول الله وجاءني وسلم عليّ وسألني عن نفسي وعن أهلي فأحفى المسألة، فقلت له: يارسول الله! ما لقينا من علي من الغلظة وسوء الصحبة والتضييق، فانتبذ رسول الله وجعلت أنا أعدد ما لقينا منه حتى إذا كنت في وسط كلامي ضرب رسول الله على فخذي وكنت منه قريباً ثم

قال: سعد بن مالك الشهيد؟ مه بعض قولك لأخيك علي، فوالله لقد علمت أنه أخشن في سبيل الله. قال: فقلت في نفسي: ثكلتك أمك سعد بن مالك ألا أراني كنت فيما يكره منذ اليوم وما أدري لا جرم والله لا أذكره بسوء أبداً سراً ولا علانية.

-رواه البيهقي في "دلائل النبوة (5/398) "وابن عساكر (200/42).

-وقال ابن كثير في "السيرة النبوية :(4/ 205) "وهذا إسناد جيد.

۳ تیسری روایت:

وعن وهب بن حمزة قال: سافرت مع علي بن أبي طالب من المدينة إلى مكة فرأيت منه جفوة؛ فقلت: لئن رجعت فلقيت رسول الله ﷺ لأنالن منه؛ قال: فرجعت فلقيت رسول الله ﷺ فذكرت عليا فنلت منه فقال لي رسول الله ﷺ" :لا تقولن هذا لعلي فإن عليا وليكم بعدي."

-رواه الطبراني في "الكبير.[(22/ 135) "

-وخيثمة بن سليمان الطرابلسي، كما في "البداية والنهاية[(7/ 345) "

-وقال الهيثمي في "مجمع الزوائد :(9/109) "رواه الطبراني، وفيه "دكين "ذكره ابن أبي حاتم ولم يضعفه أحد وبقية رجاله وثقوا.

روایات کا خلاصہ:

حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر سے خمس (پانچواں حصہ) لانے کیلئے بھیجا تو وہاں تقسیم پر بعض صحابہ حضرت علی سے ناراض ہوگئے اور انہوں نے حضور ﷺ سے انکی شکایت کی. بعض صحابہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رویے کی سختی کی شکایت کی.

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر الزامات:

پہلا الزام: غنیمت کے خمس سے ایک خوبصورت باندی لی.

دوسرا الزام: ساتھیوں پر غنیمت کے معاملے میں سختی کی.

اس واقعے کا وقت اور مقام:

یہ حضور ﷺ کے حجۃ الوداع کا واقعہ ہے. حضور ﷺ کے سامنے جب یہ تمام حالات آئے تو آپ ﷺ نے مکہ سے کوچ فرما کر مدینہ کے راستے میں "غدیر خم "نامی مقام پر ۱۸ ذی الحج کو خطبہ ارشاد فرمایا.

غدیر خم:

یہ مدینہ اور مکہ کے درمیان جحفہ کے قریب ایک علاقہ ہے اور اسکا موجودہ نام "غربہ " ہے.

"غديرُ خُم "هو: موضع بين مكة والمدينة، وهو واد عند الجحفة به غدير، يقع شرق رابغ بما يقرب من (26) كيلاً، ويسمونه اليوم الغربة، و"خم "اسم رجل صباغ نسب إليه الغدير.

والغدير هو: مستنقع من ماء المطر.

انظر" :معجم البلدان (2/389) "و"على طريق الهجرة "لعاتق البلادي (ص: 61)

واقعہ کی تاریخ:

یہ واقعہ ۱۸ ذی الحج کو حجۃ الوداع سے واپسی پر پیش آیا.

بالنسبة للحادثة فقد كانت بعد حجة الوداع و بالتحديد يوم الثامن عشر من ذي الحجة كما قال بذلك الدكتور مهدي رزق في كتابه "السيرة النبوية في ضوء المصادر الأصلية" (ص: (678

آپ ﷺ کا فرمان:

"من كنت مولاه فهذا على مولاه"

اس روایت کا اتنا حصہ متفقہ طور پر صحیح ہے.

جبکہ

"اللهم وال من والاه وعاد من عاداه"

روایت کے اس حصے کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: کچھ حضرات نے اسکو موضوع قرار دیا ہے اور کچھ نے ضعف شدید کہا ہے، لیکن سالم بات یہ ہے کہ یہ حصہ بھی ثابت ہے.

فرمان رسول اللہ ﷺ کا مقصد:

چونکہ صحابہ کرام میں سے بعض حضرات کو حضرت علی سے شکوہ تھا اور شکوہ شکایت عموما نفرت کا سبب بنتے ہیں اور لوگوں میں جو چہ میگوئیاں شروع ہوئی تھیں ان سب امور کے خاتمے کیلیئے لازم تھا کہ حضرت علی کی طرف سے وضاحت اور ان کے کئے ہوئے افعال کا دفاع کیا جائے، تو آپ ﷺ نے پہلے تو انفرادی طور پر ان افراد کو سمجھایا اور حضرت علی کے عمل کی وضاحت فرمائی اور ان کو حضرت علی کی محبت کا درس دیا.

● جیسے حضرت بریدہ سے فرمایا:

"یابریدة! الست اولی بالمؤمنین من أنفسهم؟"

حضرت بریدہ نے جب شکایت کی تو حضور ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہوا اور فرمایا کہ کیا مجھے ایمان والوں کی نظر میں ان کی جان سے زیادہ محبوب نہیں ہونا چاہیئے؟ عرض کیا جی ضرور، فرمایا: پس جو مجھے محبوب رکھے ہے وہ علی کو محبوب رکھے .

● جنہوں نے سختی کی شکایت کی:

ان سے فرمایا:

"انه أخشن فی سبیل الله"

وہ اللہ کے راستے میں اس سے زیادہ سختی کا مظاہرہ کافروں کے خلاف کرتا ہے.

● باندی لینے کی شکایت کرنے والوں سے فرمایا:

علی کا حصہ مال غنیمت میں اس سے زیادہ تھا اور پھر تمام مجمعے کے سامنے حضرت علی کی محبت، عقیدت اور ان کے ساتھ خلوص کو اپنی محبت کا جزء قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"من کنت مولاه فهذا علی مولاه"

جو مجھ سے محبت رکھے گا وہ علی سے محبت رکھے گا.

اسی حکم کو صحابہ کرام بھی سمجھے، لہذا حضرت عمر نے فورا مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا کہ اے علی! مبارک ہو آج سے آپ میرے اور تمام مسلمانوں کے محبوب بن گئے.

أخذ النبيُّ صلَّى اللهُ عليهِ وسلمَ بيدِ عليِّ بنِ أبي طالبٍ ، فقال : ألستُ وليَّ المؤمنين ؟
قالوا : بلى يا رسولَ اللهِ ، قال : من كنتُ مولاه فعليٌّ مولاه ،

فقال عمرُبنُ الخطابِ : بخٍ بخٍ لك يا ابنَ أبي طالبٍ ! أصبحت مولايَ ومولى كلِّ مسلمٍ

مولا کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ:

لغت میں مولا کے تقریبا۱۹ معانی ذکر کئے جاتے ہیں، لیکن عموما قرآن وحدیث میں جب مولا کا لفظ کہا جاتا ہے یا یہ صیغہ استعمال ہوتا ہے تو وہاں "نصرت، مددگار، محبت "کے معنی میں ہی استعمال کیا جاتا ہے.

قول النبي ﷺفي الحديثين" :وهو ولي كل مؤمن بعدي"؛ أراد بكلمة (ولي) هنا الموالاة التي هي المناصرة والموادّة.

فـ (وليّ) هنا تعني: المستحق للمودة والمحبّة والنّصرة، وهذا هو معنى (الولي) و (المولى) في كتاب الله تعالى:

قال الله تعالى: {وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ{

أي: موالاة المحبة والنصرة، وليس معناه بعضهم أمراء وحكّام بعض... إذن لأصبح كلٌّ منّا أميرًا مأمورًا، وحاكِمًا محكومًا، ورئيسًا مرؤوسًا في نفس الوقت، لأن بعضنا أولياءُ بعضٍ.

یعنی اگر ولی کا معنی بادشاہ یا خلیفہ لیا جائے تو بہت سی آیات اور احادیث کے معانی بگڑ جائینگے.

وقال تعالى:{إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَ أَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْض}.

وقال تعالى: {يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ}

أي: لا توادّوهم ولا تناصرونهم.

وقال تعالى: {وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ}

أي: إن الله والملائكة وصالح المؤمنين ناصِروه ومؤيّدوه، لان الملائكة والمؤمنين هم الأمراء الحاكمون على النبى.

گویا مقصد نبوت:

"مقام علی اور محبت علی " کا اظہار تھا، نہ کہ خلافت یا امارت کا بیان."

إذن فمقصودُ النبي ﷺومرادهُ: أنّ عليًا تجب مودته ومناصرته لا بغضه والشكوى منه.

علمائے امت کا موقف:

● **امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

قال البيهقي في "الإعتقاد "(ص 354)"وأما حديث الموالاة ـ إن صح إسناده ـ فليس فيه نصٌّ على ولاية علي بعده، فقد ذكرنا من طرقه في "كتاب الفضائل "ما دلّ على مقصود النبي ﷺ من ذلك، وهو أنه لما بعثه إلى اليمن كثرت الشكاة عنه وأظهروا بغضه فأراد النبي ﷺ أن يذكر اختصاصه به ومحبته إياه ويحثهم بذلك على محبته وموالاته وترك معاداته فقال" :من كنت وليه فعلي وليه"، وفي بعض الروايات" :من كنت مولاه فعلي مولاه، اللهم وال من والاه وعاد من عاداه"، والمراد به: ولاء الإسلام ومودته، وعلى المسلمين أن يوالي بعضهم بعضا ولا يعادي بعضهم بعضا."

حضور ﷺ کے اس فرمان کا مقصود لوگوں کے دلوں سے بغض و عناد کو نکال کر آپس میں محبت کو پیدا کرنا تھا، نہ کہ حضرت علی کی خلافت کو بیان کرنا.

● **علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

وقال الإمام ابن كثير في "البداية والنهاية:(7/225) "

وأما ما يفتريه كثير من جهلة الشيعة والقصاص الأغبياء من أنه أوصى، يقصد النبي صلى الله عليه وسلم إلى علي بالخلافة فكذب وبهت و افتراء عظيم، يلزم منه خطأ كبير من تخوين الصحابة وممالأتهم بعده على ترك تنفيذ وصيته و إيصالها إلى من أوصى إليه وصرفهم إياها إلى غيره لا لمعنى ولا لسبب.

بعض لوگوں کا اس روایت سے خلافت علی کو ثابت کرنا جھوٹ اور بہتان ہے اور تمام صحابہ پر یہ الزام ہے کہ انہوں نے وصیت رسول کو نافذ نہیں کیا.

● **امام طبری رحمہ اللہ:**

اس روایت پر سب سے زیادہ تفصیلی بحث علامہ طبری نے کی کہ انہوں نے صرف اس حدیث پر چار جلدوں کی کتاب لکھ ڈالی تھی جس کی وجہ سے ان پر تشییع کا الزام بھی لگا لیکن جب انہوں نے خلافت کا بیان کیا تو اس میں وہی ترتیب رکھی جو جمہور امت کے نزدیک ہے.

وأما الإمام الطبري فقد خالف الشيعة في النتائج التي رتبوها على هذا الحديث مخالفة جذرية، فقد أثبت أن أحق الناس بالخلافة بعد النبي ﷺ وأولاهم بالإمامة أبوبكر الصديق ثم عمربن الخطاب ثم عثمان بن عفان ثم علي بن أبي طالب رضي الله عنهم أجمعين، وأن ترتيبهم في الفضل كترتيبهم في الإمامة.
(انظر "صريح السنة "للطبري، ص: 24).

● **علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ:**

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں خلافت کا کوئی تذکرہ ہے ہی نہیں ورنہ آپ ﷺ اتنے اہم معاملے کو اس قدر بیان پر نہ چھوڑتے بلکہ اس کو اہمیت کے ساتھ بیان فرماتے۔

ما يستدل به الشيعة بهذه الواقعة على إثبات خلافة علي فقد أجاب عنه الإمام ابن تيمية في منهاج السنة (4/84-85) فقال: ليس في هذا الحديث -اى حديث الغدير- ما يدل على أنه نص على خلافة علي، إذ لم يرد به الخلافة أصلاً، وليس في اللفظ ما يدل عليه، ولوكان المراد به الخلافة لوجب أن يبلغ مثل هذا الأمر العظيم بلاغاً بيناً...الخ.

خلاصہ کلام:

مولا علی کا معنی "ہمارے محبوب، ہمارے سردار "بالکل درست معنی ہے اور یہی معنی مقصود نبوت بھی تھا اور مطلوب شریعت بھی، لیکن اس سے "الوہیت علی" کو یا "خلافت علی" کو ثابت کرنا محض جہل اور مزاج شریعت کو نہ سمجھنے کی نشانی ہے۔

واللہ اعلم

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

تنبیہات سلسلہ نمبر 244

حضرت علی کی خلافت

سوال: انجینئر محمد علی مرزا کی ایک کلپ میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے حضرت علی کو اپنا ایسا خلیفہ بنایا جیسا کہ موسی علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو بنایا تھا اور یہ فضیلت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو بھی حاصل نہ تھی...
اس بات کی تحقیق مطلوب ہے...

الجواب باسمه تعالی

اس سے پہلے بھی ہم یہ بتا چکے ہیں کہ محمد علی مرزا نامی شخص علمی اعتبار سے بلکل ایک سطحی شخص ہے جو اردو ترجمے پڑھ کر خود ہی مقدمات قائم کرتا ہے اور خود ہی نتائج نکال کر اس پر پھکیاں اور پھندے تیار کرتا ہے اور بزعم خود اس کے دلائل سے سب کو پھندے لگ جاتے ہیں، جبکہ درحقیقت وہ باتیں خود اس کی حقیقت کو واضح کرتی ہیں.

حديث: "أنت منى بمنزلة هارون من موسى".

یہ حدیث صحاح کی کتب میں موجود ہے.

حديث: "يا علي! أنت مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لا نبي بعدي".

– صحيح البخاري: كتاب فضائل الصحابة، باب مناقب علي بن أبي طالب.

– فتح الباري:(7/71، ح:3706).

– وصحيح مسلم: كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علي بن أبي طالب:(4/1870، ح:2404).

– والمسند للإمام أحمد:6/438، 6/369)

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حضرت علی بمنزلہ ہارون علیہ السلام کے ہیں۔

اس روایت کا مکمل واقعہ کچھ یوں تھا:

امام مسلم بن حجاج قشیری (متوفی:261ھ) روایت کرتے ہیں: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو (مدینہ میں اپنا) خلیفہ بنایا۔

حضرت علی نے کہا: یارسول اللہ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں خلیفہ بنارہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیاتم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون تھے، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا. (صحیح مسلم، فضائل الصحابہ:31/204،6101).

اس مضمون کی دوسری روایت:

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے علی! واپس جاؤ اسلئے کہ مدینہ منورہ میرے یا تیرے بغیر درست نہیں رہ سکتا.

ارجع يا اخي الى مكانك، فان المدينة لا تصلح إلا بي أو بك، فأنت خليفتي في أهل بيتي ودار هجرتي وقومي، أَما ترضى ان تكون منى بمنزلة هارون من موسى. (مستدرک حاکم).

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

۱. علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ یہ واضح جھوٹ ہے.

قال ابن تيمية: هذا كذب موضوع.

۲. علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ یہ من گھڑت روایت کی طرح ہے.

قال ابن حجر فی الاطراف: بل هو شبه الموضوع. (جمع الجوامع:1/15)

ابن حبان المجروحین میں لکھتے ہیں:

اس روایت کی سند میں حَفْص بْن عُمَر الْأَيْلِي (الَّذِي يُقَال لَهُ الحبطي، كنيته أَبُو إِسْمَاعِيل) ہے.

اس راوی کے بارے میں محدثین کے اقوال:

۱. یہ روایات الٹتا پلٹتا ہے اور صحیح سندوں کے ساتھ من گھڑت روایات جوڑتا ہے اور روایت کی اصل سند چھوڑ کر دوسری سند بیان کرتا ہے.

يقلب الْأَخْبَار وَيلْزق بِالْأَسَانِيدِ الصَّحِيحَة الْمُتُون الواهية ويعمد إِلَى خبر يعرف من طَرِيق وَاحِد فَيَأْتِي بِهِ من طَرِيق آخر لَا يعرف.

۲. یہ روایت باطل ہے اور آپ علیہ السلام نے ایسی کوئی بات نہیں فرمائی.

وَقَوْلُهُ: "الْمَدِينَة لَا تصلح إِلا بِي أَوْ بِكَ" بَاطِلٌ. مَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا قَطُّ.

۳. ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی روایات مناکیر ہوتی ہیں.

قَالَ ابْن عدي: أَحَادِيثه إِمَّا مُنكرَة الْإِسْنَاد أَو مُنكرة الْمَتْن، وَهُوَ إِلَى الضعْف أقرب.

۴. عقیلی کہتے ہیں کہ یہ أئمہ سے باطل روایات نقل کرتا ہے.

وَقَالَ الْعقيلِيّ: هُوَ حَفْص بن عمر بن مَيْمُون مولى عَليّ بن أبي طَالب يحدث عَن الْأَئِمَّة بالأباطيل.

۵. ابوحاتم کہتے ہیں کہ یہ جھوٹا تھا.

قَالَ أَبُوحَاتِمِ الرَّازِيّ: كَانَ كذابا.

یہ روایت بھی من گھڑت ہے.

اس مضمون کی تیسری روایت:

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے ام سلمہ! علی کا گوشت میرا گوشت ہے اور علی کا خون میرا خون ہے اور وہ میرے لئے بمنزلہ ہارون کے ہے، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں.

قال: "يا أم سلمة! إن علياً لحمه من لحمي، ودمه من دمي، وهو بمنزلة هارون من موسى؛ غير أنه لا نبي بعدي".

عقیلی نے اس روایت کو نقل کیا اور فرمایا کہ اس میں عبداللہ بن داہر ہے.

أخرجه العقيلي في "الضعفاء" (ص:131)، ومن طريقه ابن عساكر (1/66/12) عن عبدالله بن داهر بن يحيى الرازي.

اس راوی کے بارے میں محدثین کے اقوال:

۱. داہر کے بارے میں فرمایا کہ یہ غالی رافضی تھا.

أورده العقيلي في ترجمة داهر هذا. وقال: كان ممن يغلو في الرفض، لا يتابع على حديثه.

۲. امام ذہبی کہتے ہیں کہ یہ بغیض رافضی تھا.

ونحوه قول الذهبي: رافضي بغيض، لا يتابع على بلاياه.

۳. ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی حدیثیں باطل ہوتی ہیں اور فضائل علی میں یہ متہم ہے.

وقال ابن عدي (بعد أن ساق له أحاديث أخرى؛ صرح الذهبي بإبطال بعضها): وعامة ما يرويه في فضائل علي، وهو فيه متهم.

یہ روایت بھی من گھڑت ہے.

حدیث المنزلة ائمہ حدیث کی نظر میں:

۱. امام نووی فرماتے ہیں کہ اس روایت میں حضرت علی کی فضیلت تو ہے لیکن وہ کسی اور سے افضل ہیں اس کی کوئی دلیل نہیں.

وقال النووي: وهذا الحديث لا حجة فيه لأحد منهم، بل فيه إثبات فضيلة لعلي، ولا تعرض فيه لكونه أفضل من غيره أو مثله. (الإمامة والرد على الرافضة، (ص:221-222)، شرح صحيح مسلم:174/13).

۲. علامہ ابن حزم کہتے ہیں کہ روافض کا اس حدیث سے دیگر صحابہ کرام پر حضرت علی کی فضیلت کو ثابت کرنا درست نہیں، کیونکہ آپ علیہ السلام نے بہت سارے صحابہ کو اپنے بعد مدینہ پر خلیفہ بنا کر چھوڑا تھا.

وقال ابن حزم بعد أن ذكر احتجاج الرافضة بالحديث: وهذا لا يوجب له فضلاً على من سواه، ولا استحقاق الإمامة بعده

فإنما قال له رسول الله هذا القول إذ استخلفه على المدينة في غزوة تبوك... ثم قد استخلف قبل تبوك، وبعد تبوك في أسفاره رجالاً سوى علي، فصح أن هذا الاستخلاف لا يوجب لعلي فضلاً على غيره، ولا ولاية الأمر بعده. (الفصل:159/4-160).

۳. علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے بہت سارے صحابہ کو مدینے پر خلیفہ بنایا تو کیا وہ صحابہ حضرت علی سے افضل ہو گئے؟ اگر نہیں (اور یقیناً نہیں) تو پھر ایک بار کے خلیفہ بنانے سے حضرت علی سب سے افضل کیسے ہو گئے.

وقال شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله (في سياق رده على الرافضة في استدلالهم بهذا الحديث): وقد استخلف مَنْ علي أفضل منه في كثير من الغزوات، ولم تكن تلك الاستخلافات توجب تقديم المُسْتخلَف على عليّ إذا قعد معه، فكيف يكون موجباً لتفضيله على عليّ. (منهاج السنة: (330/7-332)، وانظر: أيضاً (34/5) من الكتاب نفسه، ومجموع الفتاوى:416/4).

غلام رسول سعیدی صاحب تبیان القرآن میں لکھتے ہیں:

علاوہ ازیں حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اصل رسالت میں شریک اور ان کے وزیر تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد وہ ان کے خلیفہ نہیں تھے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہی میں حضرت ہارون علیہ السلام کا میدان تیہ میں انتقال ہو گیا تھا، اس لئے اس حدیث سے روافض اور شیعہ کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ اس حدیث کی زیادہ سے زیادہ اس چیز پر دلالت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک جاتے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صرف مدینہ میں بچوں اور عورتوں کی حفاظت کے سلسلہ میں اپنا نائب بنایا تھا اور نماز پڑھانے کے لئے ان کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا تھا بلکہ یہ منصب حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم کے سپرد کیا تھا. جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس آگئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی پہلی حیثیت کی طرف لوٹ آئے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ پر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ وغیرہ کو اپنا نائب بنایا تھا.

مدینہ پر خلیفہ بنائے گئے صحابہ:

۱. غزوہ بدر میں عبداللہ بن ام مکتوم.

فقد استخلف في غزوة بدر: عبدالله ابن أم مكتوم.

۲. غزوہ بنی سلیم میں سباع بن عرفطہ الغفاری.

واستخلف في غزوة بني سليم: سباع بن عُرفطة الغفاري، أو ابن أم مكتوم، على اختلاف في ذلك.

۳. غزوہ سویق میں بشیر بن عبدالمنذر.

واستخلف في غزوة السويق: بشير بن عبدالمنذر.

۴. غزوہ بنو مصطلق میں ابوذر غفاری.

واستعمل على المدينة في غزوة بني المصطلق: أباذر الغفاري.

۵. غزوہ حدیبیہ میں نمیلہ بن عبداللہ اللیثی.

وفي غزوة الحديبية: نُمَيْلَةَ بن عبدالله الليثي.

۶. عمرۃ القضاء میں عویف بن الاضبط الدیلمی.

وفي عمرة القضاء استعمل: عويف بن الأضبط الديلمي.

۷. فتح مکہ مکرمہ میں کلثوم بن حصین.

وفي فتح مكة: كلثوم بن حصين بن عتبة الغفاري.

۸. غزوہ تبوک میں محمد بن مسلمہ.

النبي لم يبق علي خليفة على اهل المدينة كاملة، بل استخلفه على اهل بيته خاصة، اما سائر المدينة من النساء والاطفال واصحاب الاعذار والمنافقون، فقد ترك عليهم مُحَمَّد بن مسلمة. وهذا الذي ذكره اهل السير كإبن كثير وابن جرير وغيرهم.

۹. حجۃ الوداع میں ابو دجانہ الساعدی:

وفي حجة الوداع: أبا دجانة الساعدي.

ذكر هذا ابن هشام في مواطن متفرقة من السيرة.

تبیان القرآن میں ہے:

امام ابن الاثیر علی بن محمد الجزری (المتوفی:630ھ) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرہ غزوات میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں خلیفہ بنایا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے تب بھی آپ نے ان ہی کو خلیفہ بنایا تھا. (أسد الغابۃ، ج:4، ص:252، رقم:4011، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ان حوالہ جات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرہ مرتبہ مدینہ میں اپنا خلیفہ بنایا اور مسلمانوں کی نمازوں کا امام بنایا، جب تیرہ مرتبہ خلیفہ بننے اور مسلمانوں کی نمازوں کا امام بننے سے یہ لازم نہیں آیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد تمام امت کے امیر اور خلیفہ بن جائیں تو صرف ایک مرتبہ مدینہ میں خلیفہ بننے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے یہ کیسے لازم آئے گا کہ وہ امت کے خلیفہ بن جائیں جبکہ نمازوں کے امام اس وقت بھی حضرت ابن ام مکتوم ہی تھے۔

خلاصہ کلام

جس بات کا دعوی محمد علی مرزانے کیا ہے یہ دعوی رافضی شیعہ صدیوں پہلے سے کرتے ہوئے آرہے ہیں اور صدیوں پہلے متقدمین اور متأخرین علمائے کرام نے اس کے جوابات دے دیئے ہیں، لہذا یہ کہنا کہ یہ کوئی نئی بات یا نیا انکشاف ہے یہ خود اس مرزا کی لاعلمی کی واضح دلیل ہے.

بلاشبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے سردار اور ہمارے آقاہیں لیکن اس نسبت سے حضرت علی کو حضرات شیخین پر فضیلت دینا یہ علمی خیانت ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہیئے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۱۶ دسمبر ۲۰۱۹ کراچی

تنبیہات سلسلہ نمبر307

حضرت علی سے حسد

سوال: ایک کلپ موصول ہوئی جس میں یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حسد کرتے تھے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ السلام سے اسکا تذکرہ کیا تو آپ علیہ السلام نے ان کو یہ بشارت دی کہ میں، تم، حسن اور حسین سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگے اور ہمارے اہل وعیال اور ہم سے محبت رکھنے والے بھی ہمارے ساتھ ہونگے...(مفہومِ حدیث) اس روایت کے متعلق آپکی تحقیق مطلوب ہے...

الجواب باسمہ تعالیٰ

سوال میں مذکور روایت مختلف کتب میں موجود ہے.

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے سامنے لوگوں کے حسد کا تذکرہ کیا تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے (انکی تسلی کے طور پر) فرمایا: اے علی! جنت میں اولین داخل ہونے والے ہم چار ہونگے: میں، تم، حسن، حسین، اور ہماری بیویاں ہمارے دائیں اور بائیں ہونگی اور انکے پیچھے ہماری اولاد ہوگی، اور ہماری جماعت کے لوگ ہمارے پیچھے ہونگے.

حدثنا مُحَمَّد بن يونس، حدثنا: عبيدالله بن عائشة قال: أنا إسماعيل بن عمرو عن عمر بن موسى، عن زيد بن علي بن حسين، عن أبيه، عن جده، عن علي بن أبي طالب قال: شكوت إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم حسد الناس إياي، فقال: أما ترضى أن تكون رابع أربعة: أول من يدخل الجنة أنا وأنت والحسن والحسين، وأزواجنا، عن أيماننا، وعن شمائلنا، وذرارينا خلف أزواجنا، وشيعتنا من ورائنا.

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

اس سند میں چند راویوں پر محدثین کا کلام کافی سخت ہے:

1) پہلا راوی: محمد بن یونس الکدیمی:

امام ذہبی نے "سير أعلام النبلاء" (الطبقة الخامسة عشر) میں لکھا ہے:

ا. ابن عدی نے اس پر جھوٹ کا الزام لگایا.

قال ابن عدي: اتهم الكديمي بوضع الحديث.

۲ ۔ابن حبان کہتے ہیں کہ اس نے ہزار سے زائد روایات گھڑی ہونگی۔

وقال ابن حبان: لعله قد وضع أكثر من ألف حديث.

۳ ۔موسی بن ہارون اس سے روایت کرنے کو منع کرتے تھے اور انہوں نے خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر کہا: اے اللہ! میں گواہی دیتاہوں کہ کدیمی جھوٹا ہے۔

وكان موسى بن هارون ينهى الناس عن السماع من الكديمي. وقال موسى وهو متعلق بأستار الكعبة: اللهم إني أشهدك أن الكديمي كذاب، يضع الحديث.

۴ ۔دارقطنی کہتے ہیں کہ اس کے بارے میں قاسم المطرز سے سوال کیا گیاتو انہوں نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں کہونگا کہ یہ شخص آپ کے رسول پر جھوٹ بولتا تھا۔

قال الدارقطني: «سئل عنه القاسم المطرز فقال: أنا أجاثيه بين يدي الله تبارك وتعالى يوم القيامة وأقول: إن هذا كان يكذب على رسولك وعلى العلماء». (سؤالات الدارقطني:74)

2) دوسرا راوی: عمر بن موسی بن وجیہ التیمي الوجیھي الحمصي

اس راوی کے متعلق محدثین کے اقوال:

۱ ۔ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ منکر روایات نقل کرتا تھا، یہاں تک کہ قابل ترک ہو گیا۔

قال ابن حبان فی "المجروحون": كان مِمَّن يَرْوِي الْمَنَاكِير عَن الْمَشَاهِير، فَلَمَّا كثر فِي رِوَايَته عَن الثِّقَات مَا لا يشبه حَدِيث الْأَثْبَات حَتَّى خرج عَن حد الْعَدَالَة إِلَى الْجرْح فَاسْتحقَّ التّرْك.

۲ ۔ابن جوزی اپنی کتاب میں اس پر لکھتے ہیں: ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ متروک الحدیث ہے، یہ من گھڑت روایات نقل کرتا تھا۔

قال ابن الجوزي فی الضعفاء والمتروكون: قَالَ أَبُوحَاتِم الرَّازِي:مَتْرُوك الحَدِيث،كَانَ يضع الحَدِيث.

۳ ۔امام نسائی اور دارقطنی نے اس کو متروک قرار دیا۔

وَقَالَ النَّسَائِيّ وَالدَّارَقُطْنِيّ: مَتْرُوك.

۴ ۔ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ متنا اور سندا روایات گھڑتا تھا۔

وَقَالَ ابْن عدي: هُوَ فِي عداد من يضع الحَدِيث متْنا وإسنادا.

۲. دوسری روایت:

امام حاکم نے مستدرک میں اسی مضمون کی روایت نقل کی:

منها ما جاء في المستدرك للحاكم النيسابوري (ج:3، ص:151): عن علي رضى الله عنه قال: أخبرني رسول الله ﷺ: إن أول من يدخل الجنة أنا وفاطمة والحسن والحسين قلت: يارسول الله! فمحبونا؟ قال: من ورائكم.

إن أول من يدخل الجنة أنا وأنت وفاطمة والحسن والحسين، قال علي: فمحبونا؟ قال: من ورائكم. (كنز العمال، المتقي الهندي، ج:21، ص:98)

امام ذہبی نے اس کو منکر قرار دے کر فرمایا کہ ایسی کوئی بات آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے ثابت نہیں.

قال الذهبي فيه في التلخيص: هذا الحديث منكر ولا يصح عن رسول الله ﷺ.

خلاصہ کلام

آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل صحیح روایات میں اس قدر موجود ہیں کہ کسی کمزور اور من گھڑت روایت کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں، سوال میں مذکور روایت کے تمام طرق اور سند انتہائی کمزور، ناقابلِ بیان ہیں، ان کو بیان کرنا اور پھیلانا ہرگز درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۲ اکتوبر ۲۰۲۰ کراچی

تنبیہات سلسلہ نمبر308

حضرت علی کی تین خصوصیات

سوال: مندرجہ ذیل روایات کی تحقیق مطلوب ہے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تین خصوصیات بیان کی گئی ہیں:
حضرت عبداللہ بن اسعد بن زرارہ انصاری اپنے والد یعنی اسعد بن زرارہ انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو میں ایک ایسے لؤلؤ کے محل پر پہنچا جس میں چمکدار سونے کے فرش بچھے ہوئے تھے، پھر اللہ نے مجھے علی رضی اللہ عنہ کے متعلق تین خصلتوں کی وحی فرمائی (یا حکم فرمایا): یہ کہ علی رسولوں کا سردار ہے، متقین کا امام ہے اور چمکتے ہوئے چہرے والوں کا قائد ہے.

١. قال أبويعلى: وثنا زكريا بن يحيى الكسائي ثنا نصر بن مزاحم عن جعفر بن زياد عن هلال بن مقلاص عن عبدالله بن أسعد بن زرارة الأنصاري عن أبيه قال: قال رسول الله ﷺ: لما عرج بي إلى السماء انتهي بي إلى قصر من لؤلؤ فيه فرائش من ذهب يتلألأ فأوحى إلي (أو فأمر بي) في علي بثلاث خصال: بأنه سيد المرسلين وإمام المتقين وقائد الغر المحجلين. (اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، جلد:7، صفحه:20)

٢. قال أبويعلى: ثنا زكريا بن يحيى، ثنا نصر بن مزاحم، عن جعفر بن زياد، عن هلال بن مقلاص، عن عبدالله بن أسعد بن زرارة، عن أبيه، قال: قال رسول الله ﷺ: «لما عرج بي إلى السماء انتهي بي إلى قصر من لؤلؤ، فيه فرائص من ذهب يتلألأ فأوحي إلي أو فأمرني في علي بثلاث خصال: بأنك سيد المرسلين، وإمام المتقين، وقائد الغر المحجلين». (المطالب العالية للحافظ ابن حجر العسقلاني:167/12)

اس میں موجود راوی نصر بن مزاحم رحمہ اللہ کو ابن حبان نے ثقات راویوں میں درج کیا ہے۔(الثقات لابن حبان:9/215)

نصر بن مُزَاحم يروي عَن سُفْيَان الثَّوْريّ روى عَنهُ إِبْرَاهِيم بن يُوسُف الْبَلْخِي وَأهل خُرَاسَان حَدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْبَلْخِيُّ بِسَمَرْقَنْدَ حَدَّثنا إِبْرَاهِيم بن يُوسُف ثَنَا نصر بن مُزَاحم عَن سُفْيَان الثَّوْريّ عَن عَطاء بن السَّائِب عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي ليلى...

کیا یہ روایات درست ہیں؟

الجواب باسمہ تعالیٰ

تحریر لکھنے والا یا تو علوم حدیث سے انتہائی ناواقف شخص رہا ہے، یا صاحب تحریر نے کمال خیانت کرتے ہوئے سلسلہ الکذب کو حسن قرار دیا، اگر اتحاف الخیرہ المہرہ اور المطالب العالیہ کی سند کے ابتدائی راویوں کی تحقیق کر لیتے تو شاید نہ یہ تحریر لکھتے، نہ اہل سنت پر الزام لگتا.

روایات کی اسنادی حیثیت:

ان دونوں اسناد میں پہلا راوی زکریا بن یحیی الکسائی ہے.

امام نسائی کہتے ہیں کہ یہ متروک الحدیث راوی ہے.

قال النسائي فى الضعفاء والمتروكون: زَكَرِيَّا بن يحيى الْكسَائي: مَتْرُوك الحَدِيث

۲ . ابن عدی لکھتے ہیں کہ یحیی بن معین سے پوچھا گیا کہ زکریا کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ تو فرمایا برا آدمی، بری روایات نقل کرتا ہے، یہ شخص اس قابل ہے کہ کنواں کھود کر اس میں پھینکا جائے. (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی).

قال عَبداللہ بن أحمد: سألت يَحْيى بْن مَعِين قلت شيخ بالكوفة، يُقَال له: زكريا الكسائي. قال يَحْيى: رجل سوء يحدث بأحاديث سوء.

ثم قال يَحْيَى: يَستأهل إن يُحفر له بئر، فيلقى فيها.

۳ . ابن عدی لکھتے ہیں کہ زکریا اہل بیت کے فضائل اور دیگر صحابہ پر رد میں اکثر من گھڑت روایات نقل کرتا ہے.

وزكريا بْن يَحْيى الكسائي هذا أكثر الأحاديث التي يرويها في فضائل أهل البيت الذي يقع فيه النكرة ومثالب غيرهم من الصحابة التي كلها موضوعات وهذا الذي قال ابْن مَعِين يحدث بأحاديث سوء إنما يرويه في مثالب الصحابة.

۴ . امام ذہبی کہتے ہیں کہ ہلاکت کے درجے کا رافضی تھا.

قال الذهبي: رافضي هالك.

۵ . لسان المیزان میں اسی روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: اس روایت کے راوی متہم بالکذب ہیں اور غالی قسم کے شیعہ ہیں.

وفي لسان الميزان (ج:4، ص:249) في ترجمة علي بن القاسم الكندي قال ابن عدى في حديث أورده في ترجمة المعلى بن عرفان عن أبي يعلى عن زكريا بن يحيى الكسائي في ذكر علي: رواة هذا الحديث متهمون المعلى وعلي وزكريا كلهم غلاة في التشيع.

دوسرا راوی: نصر بن مزاحم ہے.

قال ابن الجوزي في الضعفاء والمتروكون: نصر بن مُزَاحم الْمنْقري الْكُوفِي الْعَطَّار.

اَبو خیثمہ کہتے ہیں کہ یہ جھوٹا تھا.

قَالَ أَبُوخثيمَةَ: كَانَ كذابا.

۲ . یحیی بن معین کہتے ہیں کہ اس کی روایات کسی قابل نہیں.

قَالَ يحيى: لَيْسَ حَدِيثه بِشَيْء .

۳ . اَبو حاتم رازی کہتے ہیں کہ یہ بیکار روایات نقل کرتا ہے.

وَقَالَ أَبُوحَاتِم الرَّازِيّ: واهي الحَدِيث، مَتْرُوك الحَدِيث.

۴ . ابراہیم بن یعقوب کہتے ہیں کہ یہ حق سے ہٹنے والا تھا، خطیب کہتے ہیں کہ شیعیت میں غلو کرنے کی وجہ سے.

قَالَ إِبْرَاهِيم بن يَعْقُوب الجوزجاني: كَانَ زائغا عَن الْحق. قَالَ أَبُوبكر الْخَطِيب: يُرِيد بذلك غلوة فِي الرَّفْض.

ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس روایت کے اکثر راوی ضعیف اور اس کا متن انتہائی منکر ہے.

معظم الرواة في هذه الأسانيد ضعفاء والمتن منكر جدًا.. والله أعلم. (الإصابة في معرفة الصحابة)

اس روایت کی ایک اور سند:

امام طبرانی نے ایک اور سند سے اس روایت کو نقل کیا.

أخرجه الطبراني في "المعجم الصغير" (ص:210) عن مجاشع بن عمرو حدثنا عيسى بن سوادة النخعي حدثنا هلال بن أبي حميد الوزان عن عبدالله بن عكيم الجهني مرفوعا.

اسنادی حیثیت:

اس سند میں مجاشع بن عمرو جھوٹا راوی ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ روایات گھڑتا تھا۔

كَانَ مِمَّن يضع الحَدِيث على الثِّقَات ويروي الموضوعات عَن أَقوام ثِقَات لَا يحل ذكره فِي الْكتب إِلَّا عَلَى سَبِيل الْقدح فِيهِ وَلَا الرِّوَايَة عَنْهُ إِلَّا عَلَى سَبِيل الِاعْتِبَار للخواص.

عیسی بن سوادہ النخعی:

١. اَبو حاتم نے اسکو منکر الحدیث قرار دیا۔

قال أبوحاتم: منكر الحديث.

٢. ابن معین کہتے ہیں کہ یہ جھوٹا ہے۔

وقال ابن مَعِين: كذاب، رأيته .

٣. امام بخاری کہتے ہیں کہ یہ منکر الحدیث ہے۔

قال البخاري في الضعفاء الكبير: منكر الحديث.

امام حاکم کی سند:

عمرو بن الحصين العقيلي: ثنا هلال بن أبي حميد عن عبدالله بن أسعد بن زرارة عن أبيه قال: قال رسول الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أوحي إلي في علي ثلاث: أنه سيد المسلمين، وإمام المتقين، وقائد الغر المحجلين.«

أخرجه ابن عدي في "الكامل" (199/7)، والحاكم (137/3 - 138)، والخطيب (192/1)، لكن وقع فيه: "سيد المرسلين"، وقال الحاكم: صحيح الإسناد.

اسنادی حیثیت:

امام حاکم نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حسبِ عادت اس کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے، لیکن امام ذہبی نے اس کو موضوع قرار دیا۔

أورده الذهبي بقوله: قلت: أحسبه موضوعاً، وعمرو وشيخه متروكان.

عمرو بن حصين العقيلى:

قال ابن الجوزي فى الضعفاء والمتروكون: عَمْرو بن الْحصين الْعقيلِيّ الْكلابِي.

۱ . أبو حاتم اور ابو زرعہ کہتے ہیں کہ اس کی روایات بیکار ہیں.

قَالَ أَبُوحَاتِم الرَّازِيّ: ذَاهِب الحَدِيث، لَيْسَ بِشَيْء.

وَقَالَ أَبُوزرْعَة: واهي الحَدِيث.

۲ . ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ متروک الحدیث ہے.

وَقَالَ ابْن عدي: وَهُوَ مَتْرُوك الحَدِيث.

خلاصہ کلام

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل پر صحیح روایات اس قدر موجود ہیں کہ کسی بھی من گھڑت یا انتہائی کمزور روایت کو بنیاد بنا کر ان کی فضیلت کو بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں.

سوال میں مذکور مضمون والی روایت کے تمام اسانید انتہائی کمزور اور ناقابل اعتبار ہیں، لہذا اس کو بیان کرنا اور آپ علیہ السلام کی طرف نسبت کرنا کسی طور بھی درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۱۳ اکتوبر ۲۰۲۰ کراچی

تنبیہات سلسلہ نمبر251

حضرت علی کی ایک اور فضیلت

سوال : مندرجہ ذیل پوسٹ پر روافض کی کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے، اس لئے ماہرینِ فن سے گذارش ہے کہ اسکی تحقیق بیان کریں... اس پوسٹ کے عربی الفاظ اس طرح ہیں:

يا علي! لو أن عبدا عَبَدَ اللهَ مثل ما قام نوح في قومه وكان له مثل جبل أحد ذهبا فأنفقه في سبيل الله ومد في عمره حتى حج ألف عام على قدميه ثم قتل بين الصفا والمروة مظلوما ثم لم يوالك يا علي لم يشم رائحة الجنة ولم يدخلها.

مندرجہ بالا پوسٹ کی تحقیق مطلوب ہے ...

الجواب باسمہ تعالی

سوال میں مذکور روایت شیخ اخطب خوارزم کی کتاب المناقب میں منقول ہے:

اے علی! اگر کوئی شخص ہزار سال اللہ تعالی کی عبادت کرے (بعض روایات میں ہے کہ نوح علیہ السلام کی عمر جتنی) اور اس کے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو جس کو وہ اللہ تعالی کے راستے میں خرچ کرے اور ایک ہزار سال پیدل حج کرے اور پھر صفا مروہ کے درمیان شہید کر دیا جائے لیکن وہ تجھ سے محبت نہ کرے وہ نہ تو جنت میں داخل ہوگا اور نہ ہی جنت کی خوشبو پا سکے گا۔

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

یہ روایت سند کے لحاظ سے درست نہیں کیونکہ اس روایت کا راوی محمد بن عبداللہ البلوی انتہائی جھوٹا راوی ہے.

عبداللہ بن محمد البلوي:

اس راوی کے بارے میں محدثین کے اقوال:

۱ . امام دارقطنی کہتے ہیں کہ یہ حدیث گھڑتا تھا .

قال الدارقطني: يضع الحديث.

۲ . امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس کی یہی روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ ابن جوزی نے اس روایت کو نقل کر کے اس کو جھوٹ کہا ہے .

قال الامام الذهبي فی ميزان الاعتدال (ج:3، ص:597): مُحَمَّد بن عبدالله بن مُحَمَّد البلوي.

عن عمارة بن زيد بخبر منكر.

ذكره ابن الجوزي وكذبه.

ومن أباطيله: حدثنا إبراهيم، عن عبيدالله بن العلاء، عن أبيه، عن زيد بن علي، عن أبيه، عن جده، عن علي مرفوعا: يا علي! لو أن عبدا عبد الله ألف عام، وكان له مثل أحد ذهبا فأنفقه في سبيل الله وحج ألف سنة على قدميه، ثم قتل بين الصفا والمروة مظلوما ثم لم يوالك لم يرح رائحة الجنة ولم يدخلها. (رواه أخطب خوارزم).

شیخ اخطب خوارزم کی کتاب المناقب :

شیخ اخطب خوارزم کی کتاب المناقب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ایسی روایات منقول ہیں جن پر علماء محدثین کا کلام کافی سخت ہے .

۱ . علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ خطیب خوارزم کی کتاب المناقب میں ایسی روایات منقول ہیں کہ انکو دیکھ کر علم حدیث کا ادنی علم رکھنے والا شخص بھی جان جائے گا کہ یہ روایات من گھڑت ہیں .

أَخْطَبَ خَوَارِزْمَ هَذَا لَهُ مُصَنَّفٌ فِي هَذَا الْبَابِ فِيهِ مِنَ الْأَحَادِيثِ الْمَكْذُوبَةِ مَا لَا يَخْفَى كَذِبُهُ عَلَى مَنْ لَهُ أَدْنَى مَعْرِفَةٍ بِالْحَدِيثِ، فَضْلًا عَنْ عُلَمَاءِ الْحَدِيثِ، وَلَيْسَ هُوَ مِنْ عُلَمَاءِ الْحَدِيثِ وَلَا مِمَّنْ يُرْجَعُ إِلَيْهِ فِي هَذَا الشَّأْنِ الْبَتَّةَ. وَهَذِهِ الْأَحَادِيثُ مِمَّا يَعْلَمُ أَهْلُ الْمَعْرِفَةِ بِالْحَدِيثِ أَنَّهَا مِنَ الْمَكْذُوبَاتِ. (المصدر: منهاج السنة النبوية. (ج:5، ص:41-42)

۲ . ایک جگہ لکھتے ہیں کہ فضائل میں ایسی کتابیں جس میں صحیح غلط ہر چیز جمع ہو ایک خطیب خوارزم کی کتاب بھی ہے جس میں بہت ساری من گھڑت روایات موجود ہیں .

وَالْكُتُبِ الَّتِي صَنَّفَهَا فِي الْفَضَائِلِ مَنْ يَجْمَعُ الْغَثَّ وَالسَّمِينَ لَاسِيَّمَا خَطِيبُ خُوَارَزْمَ، فَإِنَّهُ مِنْ أَرْوَى النَّاسِ لِلْمَكْذُوبَاتِ، وَلَيْسَ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ. (ج:7، ص:355)

۳ . امام ذہبی کہتے ہیں کہ ان کی کتاب میں واضح من گھڑت روایات موجود ہیں .

وَقد حَشا تأليفه بالموضوعات الَّتِي يتعجب مِنْهَا الْمُحدث الصادق وَيَقُول: سُبْحَانَكَ هَذَا بهتان عَظِيم. (المنتقى من منهاج الاعتدال، للامام الذهبي، ص:477)

خلاصہ کلام

سوال میں مذکور روایت سند کے لحاظ سے بلکل بھی درست نہیں، لہذا اس کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کرنا درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

یکم جنوری ۲۰۲۰ کراچی

تنبیہات سلسلہ نمبر270

حضرت علی کا قرآن سے فیصلہ

سوال: مندرجہ ذیل واقعہ کی تحقیق مطلوب ہے:

یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اس وقت پیش آیا، جب آپ کے دورِ خلافت میں دو عورتوں کی ایک ہی رات میں ایک ہی جگہ پر زچگی ہوئی۔ ایک کا لڑکا پیدا ہوا اور دوسری کی لڑکی تھی، لڑکی کی والدہ نے اپنی لڑکی کو لڑکے والے جھولے میں ڈال کر لڑکے کو لے لیا۔ لڑکے کی والدہ نے کہا کہ لڑکا میرا ہے، پس اس بات پر جھگڑا شروع ہو گیا، اب یہ مقدمہ حضرت عمر کے دربار میں لایا گیا، حضرت عمر کے سامنے جب دونوں عورتیں پیش ہوئیں تو ایک کہنے لگی کہ یہ بیٹا میرا ہے، بیٹی میری نہیں ہے، دوسری کہنے لگی کہ یہ بیٹا میرا ہے، بیٹی کی ماں یہ ہے۔۔۔

اب منبر نشین خلیفہ دوئم کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اس پر کیا فیصلہ کیا جائے۔ تب منبر پر بیٹھے خلیفہ نے وارث ممبر کی طرف پیغام بھیجا کہ یا علی! دربار میں مسئلہ درپیش ہے، برائے مہربانی آپ آکر سائل کی مدد کریں۔۔۔۔

مولا علی (ع) بادشاہ شہنشاہ ہر دور کے مشکل کشا بن کر دربار میں تشریف لے کر آئے.. جیسے ہی میرے مولا (ع) تشریف لائے تو دربار میں کچھ لوگوں نے ایک دوسرے کو بغضِ علی (ع) میں کہنا شروع کر دیا کہ کہ آج پتہ چلے گا علی کا... مولا علی نے ان دونوں عورتوں کی طرف دیکھا ہی تھا کہ دونوں نے شور مچا دیا کہ بیٹا میرا ہے، بیٹا میرا ہے، بیٹا میرا ہے۔۔۔ مولا (ع) نے حکم دیا کہ ان دونوں عورتوں کو پردے میں لے کر جاو اور دو ہم وزن برتنوں میں ان دونوں کا دودھ لے کر ان کا وزن کرو، جس کا دودھ وزنی ہو گا لڑکا اس کا ہو گا۔

مولائے کائنات علی (ع) کے حکم کے مطابق اسی طرح کیا گیا، اور جس کے دودھ کا وزن زیادہ تھا اس کو بیٹا دے دیا گیا اور جس کا کم وزن دودھ تھا اس کو بیٹی دے دی گئی اور ایک عورت جو سچی تھی وہ مطمئن اور دوسری جو جھوٹی تھی وہ اپنی غلطی پر شرمندہ ہو کر دربار سے واپس چلی گئیں۔ سارے کا سارا دربار حیران ہو گیا اور اسی حیرانی کے عالم میں حضرت عمر نے مولا علی (ع) سے سوال کیا کہ اے علی! یہ آپ نے کیسے کیا؟ مولا علی (ع) نے مسکرا کر فرمایا کہ اے عمر! تم نے قرآن کی وہ آیات نہیں پڑھیں کہ مرد کا حصہ عورت سے دوگنا ہوتا ہے...

کیا یہ واقعہ درست ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

سوال میں مذکور واقعہ کسی بھی مستند کتاب میں کسی بھی معتبر سند سے منقول نہیں، البتہ شیعوں کے قصوں کی کتابوں میں یہ واقعہ بغیر کسی سند کے نقل کیا جاتا ہے.

حضر إلى أمير المؤمنين وهم متخاصمون في قضية امرأتان لرجل واحد كل امرأة لقبيلة ولدتا في نفس اليوم وفي نفس الساعة فأنجبتا إحداهم ولد والأخرى فتاة وتخاصموا كل من النساء تدعي أن الولد ولدها وأنها لم تلد فتاة وكان أمير المؤمنين (ع) يزرع فسيل عندما أخبروه القضية قبض قبضة بيده الشريفة من تراب الأرض وقال لهم: إن هذه القضية أسهل من حمل هذا، وأمرهم بأن يجلبوا له ميزان صيرفي ووعائين صغيرين ومتساويين فجلبوا ما طلب ووزن الوعائين وتأكد من تساوي الوزن وأمر النساء المتخاصمات أن تحلب كل واحدة من حليبها في أحد الإنائين بحيث تكون كمية الحليب متساوية في الحجم لكل الإنائين ووزنهما فوجد أن أحد الإنائين أثقل من الثاني. فقال لصاحبة الإناء الثقيل: أنت أم الولد، والثانية أم البنت، فاستغرب القوم إلى هذا الحكم.

فقال أمير المؤمنين عليه السلام: إن الله سبحانه وتعالى عادل في كل شي وقد قال في كتابه الكريم: {للذكر مثل حظ الانثيين} وهذا القول ينطبق في كل شيء ولهذا يكون حليب الأم التي تلد الولد أكثر كثافة من حليب الأم التي تلد فتاة، ولهذا رغم تساوي كمية الحليب في الإنائين إلى أن الكثافة تختلف في كل حليب مما يجعل حليب الأم التي تلد ولد أثقل من الفتاة فاعترفت صاحبة الفتاة بفتاتها وذهبت.

قال رسول الله ﷺ: يا علي! ما عرف اللهَ إلا أنا وأنت، وما عرفني إلا الله وأنت، وما عرفك إلا الله وأنا.

علمی خیانت :

جن کتب میں یہ واقعہ موجود ہے وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں، لیکن کسی متعصب رافضی نے حضرت عمر کا درجہ کم کرنے کیلئے اور حضرت علی کی شان میں مبالغے کیلئے اپنی طرف سے اس میں اضافہ کیا ہے.

خلاصہ کلام

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم اور مقام تمام امت مسلمہ کے ہاں مُسَلَّم (مانا ہوا) ہے، لہذا اس مقام کو ثابت کرنے کیلئے اس قسم کے من گھڑت واقعات بنانے اور انکو پھیلانے کی ہرگز ضرورت نہیں.

سوال میں مذکور واقعہ بلکل من گھڑت ہے، لہذا اس کو بیان کرنے اور پھیلانے سے اجتناب کرنا چاہیئے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۱۲ فروری ۲۰۲۰ کراچی

تنبیہات سلسلہ نمبر 325

حضرت علی اور اونٹوں کی تقسیم

سوال: ایک ویڈیو موصول ہوئی ہے جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم العدد کے متعلق بتایا گیا ہے، اس واقعے کی تحقیق مطلوب ہے:

حدیثِ صحیح میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ کو بلایا اور کہا کہ ہمارے باپ نے ہمارے لئے سترہ اونٹ چھوڑے اور ہم تین بھائیوں میں اسکو تقسیم کیا ہے، پہلے بھائی کو کہا ہے کہ اسے اسکا آدھا (2/1) حصہ ملے گا، دوسرے کو ایک تہائی (3/1) حصہ ملے گا اور تیسرے کو نواں (9/1) حصہ ملے گا، اونٹ زندہ ہیں اور انہیں ذبح کئے بغیر مذکورہ حصوں کے مطابق تقسیم ناممکن تھی، حضرت علی نے بیت المال سے ایک اونٹ منگوا کر کل اٹھارہ اونٹوں میں سے ہر ایک کو اسکے حصے کے بقدر تقسیم کر دیا اور آخر میں ایک اونٹ بچ گیا اسے بیت المال میں واپس بھی کر دیا، اس طرح کرنے سے اونٹوں کو ذبح کئے بغیر بہت ہی خوش اسلوبی سے تقسیم بھی ہوگئی اور ہر ایک کو اسکے حصے کے بقدر بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی ملا اور بیت المال کا اونٹ بھی واپس کر دیا گیا....

کیا یہ قصہ درست اور روایات سے ثابت ہے؟

(سائل: پروفیسر ضیاء الرحمن صاحب، گلشن اقبال کراچی)

الجواب باسمہ تعالیٰ

ویڈیو میں بیان کردہ واقعہ مختلف کتب میں مختلف عنوانات سے بغیر کسی سند کے منقول ہے.

۱. واقعے کا ایک رخ:

تین آدمیوں نے اونٹوں کا کاروبار شروع کیا، ایک وقت آیا کہ ان میں اختلافات پیدا ہو گئے، انہوں نے اپنے اپنے حصے کے اونٹ تقسیم کرنے چاہے مگر مسئلہ پیچیدہ سے پیچیدہ ہوتا گیا، کیونکہ تینوں آدمی کے پاس کل اونٹ 17 تھے، جبکہ پہلے آدمی کا آدھا حصہ تھا، دوسرے آدمی کا تیسرا حصہ، اور تیسرے آدمی کا نواں حصہ تھا، جھگڑا شدت اختیار کرتا گیا کیونکہ تینوں آدمی اپنا اپنا حصہ تو الگ الگ کرنا چاہتے تھے مگر اونٹ کو ذبح کر کے حصے نہیں کرنا چاہتے تھے، جب ہر طرف سے ناکامی ہوئی تو معاملہ

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ ہم اپنا اپنا حصہ الگ کرنا چاہتے ہیں مگر کسی اونٹ کے حصے نہیں کرنا چاہتے.

جناب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اونٹ اپنی طرف سے جمع کیا، اس طرح 17 اونٹوں کی جگہ 18 اونٹ ہو گئے، آپ نے پہلے آدمی جس کا آدھا حصہ تھا اس کو 9 اونٹ دے دیئے، پھر دوسرے آدمی کو جس کا تیسرا حصہ تھا اس کو 18 اونٹوں میں سے 6 اونٹ مل گئے جبکہ تیسرے آدمی جس کا نواں حصہ تھا اسکو 18 اونٹوں میں سے نواں حصہ یعنی 2 اونٹ دے دیئے گئے، اس طرح (9+6+2 =17) اونٹ تینوں آدمیوں میں انکے حصوں کے مطابق برابر تقسیم بھی ہو گئے اور جو اونٹ اپنی طرف سے شامل کیا تھا وہ بھی واپس کر لیا.

نتیجہ: اس واقعے میں تین شرکاء کا اختلاف ہوا.

۲ . واقعے کا دوسرا رخ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مکے میں تین بھائیوں کا سترہ اونٹوں کے متعلق اختلاف ہوا۔

ذکاء علي بن ابي طالب :

هذه قصة من دهاء علي بن ابي طالب كرم الله وجهه وهي عن اعداد حسابيه لا يقدر على فعلها الا هو ....

وقصتنا اعزائي كانت في مكة في عهد الخليفة عمر بن الخطاب ﷺ، وكان فيه ثلاثة اخوة اختصموا في تقسيم عدد من الابل فكان للاول النصف وللثاني الثلث وللثالث التسع، فكان عدد الابل 17 فكانت من المستحيل ان تتم العده لان النتيجه ستظهر كالتالي:

النصف: 9/17 = 8,5 والثلث: 3/17 = 5.6 والتسع: 9/17 = 1.8

اتموا على ان يذهبوا الى علي بن ابي طالب ليرى في وضعهم وعندما وصلوا علي أخبروه بالقضية فقال لهم: أتأذنون لي بأن اضيف ناقة من أبلي؟ فقالوا: لا بأس، فقد استغربوا مابرد منه. فجمعوا ناقته بنوق الاخوان فطلع الناتج 18 فطلب منهم ان يخبروه بكم يريدون تقسيم الابل فاخبروه بأن للاول النصف فكان التقسيم كالآتي:

للأول النصف: 2/18 = 9 نوق.

وللثاني الثلث: 3/18 = 6 نوق.

وللثالث التُسع: 9/18 = 2 ناقتان.

فاذا امعنتوا قليلا فان ناتج العدد السابق يظهر بـ 17 وبقيت ناقة علي بن ابي طالب.

نتیجہ: یہ بھی بلاسند صحابہ کرام کے دور کا واقعہ بیان کیا گیا ہے.

۳. واقعے کا تیسرا رخ:

تین لوگوں کو میراث میں سترہ اونٹ ملے اور پھر حضرت علی نے ان کا فیصلہ کیا.

كان هناك ثلاثة رجال يمتلكون سبعة عشر جملًا عن طريق الإرث بنِسبٍ متفاوتة، فكان الأول يملك نصفها، والثاني ثلثها، والثالث تُسعها، وحسب النِّسَب يكون التوزيع كالآتي: الأول يملك النصف، والثاني يملك الثلث، والثالث يملك التُّسع، ولم يجدوا طريقة لتقسيم تلك الجمال فيما بينهم، دون ذبح أيٍّ منها، أو بيع جزء منها قبل القِسمة، فما كان منهم إلا أن ذهبوا للإمام علي ﵁ لمشورته، وحلِّ معضلتهم، قال لهم الإمام علي ﵁: هل لي بإضافة جمل من جمالي إلى القطيع؟ فوافقوا بعد استغراب شديد، فصار مجموع الجمال ثمانية عشر جملًا، وقام الإمام علي ﵁ بالتوزيع كالتالي: الأول يملك النِّصف فأخذ تِسعة، والثاني يملك الثلث فأخذ ستة، والثالث يملك التُّسع فأخذ اثنين، ولكن الغريب في الموضوع أن المجموع النهائي بعد التقسيم يكون سبعة عشر جملًا، فأخذ كل واحدٍ منهم حقَّه، واسترد الإمام جمله الثامن عشر.

نتیجہ: چونکہ یہ واقعہ بغیر کسی سند کے منقول ہے اور نسبت بھی دور صحابہ کی طرف ہے، اسلئے روایات کی تحقیق کرنے والے ادارے "الدرر السنية" نے اس واقعے کو من گھڑت قرار دیا.

الدرجة: قصة باطلة مركَّبة لا أصل لها.

۴. واقعے کا چوتھا رخ:

شیعوں کی کتابوں میں باقاعدہ کتاب کے حوالے کے ساتھ میراث کے ذکر کے بغیر اس واقعے کو نقل کیا گیا ہے.

روي عن شرح »بديعيّة ابن المُقْري« أنّ ثلاثة جاءوا إلى أميرالمؤمنين علي عليه السلام، وكانوا قد تنازعوا في سبعة عشر جملاً. قال الاوّل منهم: لي نصفها. وقال الثاني: لي ثلثها. وقال

الثالث: لي تسعها. ولمّا أرادوا تقسيمها، رأوا أنّ حصّة كلّ منهم تكون عدداً كسريّاً لا صحيحاً....الخ

خلاصہ کلام

سوال میں مذکور واقعہ کسی بھی معتبر کتاب میں ہمیں نہ مل سکا، بلکہ یہ واقعہ کہیں تو حضرت علی کی طرف منسوب، تو کہیں کسی حکیم کی طرف منسوب، تو کہیں کسی دانا شخص کی طرف منسوب کرکے نقل کیا جاتا ہے، اور شیعوں کی عام عادت کے مطابق ہر اچھی بات کو حضرت علی کی طرف منسوب کرنے کی وجہ سے اس واقعے کو بھی ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے، جبکہ یہ نسبت درست معلوم نہیں ہوتی.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخوانزادہ
۳ مارچ ۲۰۲۱ کراچی

تنبیہات سلسلہ نمبر 76

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا

سوال: محترم جناب مفتی صاحب! اس روایت کا حکم اور درجہ بیان فرمائیں:

في تاريخ دمشق للإمام العالم أبي القاسم الشافعي في الجزء الثاني والأربعين قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "مثل علي فيكم (أو قال في هذه الأمة) كمثل الكعبة المستورة النظر إليها عبادة، والحج إليها فريضة". وقال: "ذكر علي عبادة."

تاریخ دمشق میں یہ روایت ہے کہ حضرت علی کی مثال تمہارے درمیان ایسی ہے جیسے کعبے کی مثال ہے، اس کو دیکھنا عبادت اور اس کی طرف جانا فرض ہے. اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کرنا عبادت ہے

کیا یہ روایت درست ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

یہ روایت اگرچہ تاریخ دمشق میں مذکور ہے لیکن اس روایت پر کسی محدث نے صحت کا حکم نہیں لگایا، البتہ اس مضمون کے قریب کی تمام روایات کو محدثین نے موضوع یعنی من گھڑت قرار دیا ہے۔

روایت کا حکم:

"النظر إلى وجه علي عبادة" "حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا عبادت ہے."

اس روایت کو اگرچہ بہت سے محدثین نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، لیکن اس روایت پر اکابر محدثین مثلا: امام ذہبی، ابن حجر، سیوطی اور ابن جوزی رحمہم اللہ نے **"من گھڑت"** ہونے کا حکم لگایا ہے.

اس روایت کو ذکر کرنے والے:

۱۔ اس روایت کی سب سے معتبر کتاب مستدرک حاکم ہے. امام حاکم نے اس روایت کو اپنی کتاب **المستدرک علی الصحیحین** جلد۳ میں ذکر کیا ہے اور فرمایا: **"النظر إلى وجه علي عبادة" هذا حديث صحيح الاسناد.**

۲۔ امام طبرانی نے "المعجم الكبير" میں اس روایت کو ذکر کیا ہے۔

۳۔ ابن شاہین نے "شرح مذاهب اهل السنة" میں ذکر کیا ہے۔

۴۔ اصبہانی نے "حلية الأولياء وطبقات الاصفياء" میں ذکر کیا ہے۔

یہ روایت ان کتابوں میں تقریباً کل گیارہ مقامات پر ذکر کی گئی ہے۔

اس روایت پر محدثین کے اقوال:

۱۔ اس روایت کو اگرچہ امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے، لیکن امام ذہبی نے ان روایات کو "من گھڑت" قرار دیا ہے۔

ذكره الحاكم من طريقين وصححهما، وتعقبه الذهبي بأن كلا الروايتين موضوعة. (مختصر استدراك الذهبي)

۲۔ امام سیوطی نے "اللآلی المصنوعه" میں اور ابن جوزی نے "موضوعات" میں اس روایت کو "موضوع" کہا ہے۔

وحكم عليها السيوطي فی "اللآلی المصنوعة" وابن الجوزي فی "الموضوعات" بالوضع.

۳۔ اس روایت پر ابن جوزی رحمہ اللہ نے وضع کا حکم لگایا ہے اور فرمایا کہ اس روایت کی کوئی سند درست نہیں۔

وقد حكم ابن الجوزي عليه بالوضع.

وقد ذكر ابن الجوزي رحمه الله هذا الحديث في كتابه "الموضوعات" وقال: لا يصح من جميع طرقه. (الموضوعات: 126/2)

۴۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس پر وضع کا حکم لگایا ہے۔

وحكم عليه الإمام الذهبي بالوضع والبطلان في أكثر من موضع في كتبه، منها في "ميزان الاعتدال" (236/3)

۵۔ امام شوکانی نے بھی اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔

وذكره الشوكاني في "الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة" (ص:359)

ان روایات کے ضعف کے اسباب:

ا۔ ان روایات میں محمد بن اسماعیل الرازی ہے جس پر امام ذہبی نے حکم لگایا کہ یہ راوی باطل خبر بیان کرتا ہے۔

۲۔ دوسرا راوی مطر بن مطر بن میمون ہے جس کے بارے میں امام بخاری، اَبو حاتم اور امام نسائی نے کہا کہ یہ منکر الحدیث ہے۔

وأسباب التضعيف:

١۔ محمد بن إسماعيل الرازي:

قال الذهبي في ميزان الاعتدال: أتى بخبر باطل.

٢۔ مطر بن مطر بن ميمون:

قال البخاري وأبوحاتم والنسائي: منكر الحديث. (ميزان الاعتدال)

خلاصہ کلام

یہ روایت اپنے تمام طرق سے موضوع اور من گھڑت ہے،لہذا اس کو بیان کرنا اور آگے پھیلانا بلکل درست نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ
دوران سفر.... بمقام: امام سرخسی کے مرقد اوزجند موجودہ اوزگن، کرغیزستان
۲۵ دسمبر ۲۰۱۷

تنبیہات سلسلہ نمبر 93

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے پر کافر کا تھوکنا

سوال: ایک واقعہ بچپن سے سنتے ہوئے آرہے ہیں کہ ایک جنگ کے موقعے پر ایک کافر سے لڑتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو گرایا تو اس نے ان کے منہ پر تھوک دیا جس پر حضرت علی نے اسکو چھوڑ دیا کہ پہلے اللہ کیلئے قتل کر رہا تھا اب اپنی ذات کیلئے قتل کرنا شمار ہوگا..... اس واقعے کی تحقیق مطلوب ہے.

الجواب باسمہ تعالی

یہ واقعہ باوجود اپنی بے پناہ شہرت کے کسی بھی صحیح یا ضعیف سند سے اہل سنت والجماعۃ کی کتابوں میں موجود نہیں، البتہ شیعوں کی کتابوں میں اس واقعے کو مختلف طریقوں سے نقل کیا گیا ہے. اور سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ اس واقعے کا اگلا حصہ جو کہ کتب شیعہ میں موجود بھی ہے لیکن نقل نہیں کیا جاتا ہے کہ غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ گئے اور اس کافر کو قتل کر دیا.

کتب شیعہ میں اس واقعے کا ذکر:

ذكر ابْنُ شَهْرَآشُوبَ فِي الْمَنَاقِبِ، عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ: لَمَّا أَدْرَكَ عَمْرَو بْنَ عَبْد وُدٍّ لَمْ يَضْرِبْهُ فَوَقَعُوا فِي عَلِيٍّ فَرَدَّ عَنْهُ حُذَيْفَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: مَهْ يَاحُذَيْفَةُ! فَإِنَّ عَلِيّاً سَيَذْكُرُ سَبَبَ وَقْفَتِهِ ثُمَّ إِنَّهُ ضَرَبَهُ، فَلَمَّا جَاءَ سَأَلَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَنْ ذَلِكَ قَالَ: قَدْ كَانَ شَتَمَ أُمِّي وَتَفَلَ فِي وَجْهِي فَخَشِيتُ أَنْ أَضْرِبَهُ لِحَظِّ نَفْسِي فَتَرَكْتُهُ حَتَّى سَكَنَ مَا بِي ثُمَّ قَتَلْتُهُ فِي اللهِ. (مستدرك الوسائل ج:18، ص:28).

وخلاصة الحدث: أن علياً عليه السّلام يطرح بطل الأبطال على الأرض ويجلس على صدره ليحتز رأسه وهنا بصق عمرو في وجه علي عليه السّلام، فيقوم الإمام عليه السّلام من فوق صدره، ويأخذ بالسير بهدوء بالقرب منه وبعد فترة يعود فيجلس مرة أخرى على صدره ويهم بقطع رأسه فيسأله عمر عن سبب قيامه عليه السّلام أولاً ثم عودته ثانية؟ فماذا كان جواب

الإمام عليه السّلام؟ لقد غضب الإمام عندما بصق اللعين في وجهه الشريف، وهنا تركه خشية من أنه إن قتله وهو غاضب فقد يحتمل أن يكون ذلك غضباً لنفسه لا لله، فقام عنه حتى هدأ عليه السّلام وعاد فقتله لله تعالى لا لغيره.

(من محاضرات "الهجره والجهاد" للشهيد مطهري مع الاختصار والتصرف).

اصل واقعہ اور اس کی اسنادی حیثیت:

اس واقعے کی اصل فقط اتنی ہے کہ غزوہ خندق کے موقعے پر جب مشرکین خندق کی وجہ سے مسلمانوں کی طرف حملے کیلئے نہیں آسکتے تھے اس وقت چند مشرکین (جن میں عکرمہ بن ابی جہل اور عمرو بن عبدود العامري اور دیگر کچھ مشرکین بھی تھے جنہوں) نے ایک جگہ سے خندق پار کر کے مسلمانوں سے مقابلہ کیا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عبدود کو قتل کیا.

وثبت المشركون محاصرين رسول الله ﷺ شهراً، ولم يكن بينهم قتال لأجل ما حال الله به من الخندق بينه وبينهم، إلا أن فوارس من قريش منهم عمرو بن عبد ود العامري وجماعة معه أقبلوا نحو الخندق، فلما وقفوا عليه قالوا: إن هذه لمكيدة ما كانت العرب تعرفها، ثم يمموا مكاناً ضيقاً من الخندق فاقتحموه وجازوه، وجالت بهم خيلهم في السبخة بين الخندق وسلع ودعوا للبراز، فانتدب لعمرو بن عبد ود علي بن أبي طالب ؓ فبارزه فقتله الله على يديه.

(فصل: غزوة الخندق، الجزء:1، الصفحة :163)

یہ واقعہ بھی سند کے لحاظ سے اگرچہ ضعیف ہے لیکن یہ ضعف اس قدر شدید نہیں جس کی وجہ سے یہ واقعہ ناقابل اعتبار قرار دیا جائے. البتہ اس واقعے پر شیعوں کی خرافات اور من گھڑت روایات کیلئے شیعوں کی کتب کا مطالعہ کیا جائے... نمونے کے طور پر ایک آدھ روایت نقل کی جاتی ہے.

جھوٹی روایات:

ا. پہلی جھوٹی روایت:

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ خندق کے دن علی کا عمرو سے مقابلہ میری امت کے قیامت تک کے اعمال سے افضل ہے.

١- لمبارزة علي بن أبي طالب لعمرو بن عبد ود يوم الخندق أفضل من أعمال أمتي إلى يوم القيامة.

یہ روایت سند کے لحاظ سے درست نہیں اس لئے کہ اس کا راوی جھوٹا ہے.

أخرجه الحاكم في "المستدرك" (32/3) من طريق أحمد بن عيسى الخشاب بـ "تنيس" حدثنا عمرو بن أبي سلمة: حدثنا سفيان الثوري عن بهز بن حكيم، عن أبيه عن جده مرفوعا سكت عنه الحاكم.

وقال الذهبي في تلخيصه: قبح الله رافضيا افتراه.

قلت: وعلته الخشاب هذا فإنه كذاب، كما قال ابن طاهر وغيره، ولعله سرقه من كذاب مثله، فقد أخرجه الخطيب (19/13) من طريق إسحاق بن بشر القرشي عن بهز به، وإسحاق هذا هو الكاهلي الكوفي؛ وهو كذاب أيضا وقد سبقت له أحاديث موضوعة.

٢. دوسری جھوٹی روایت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب عمرو کو قتل کرنے کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ! علی کو ایسی فضیلت عطا فرما جو نہ کسی اگلے کو دی ہے نہ کسی پچھلے کو..... الخ

٢- قتل عليُّ بنُ أبي طالبٍ عليه السَّلامُ عمرَو بنَ عبدِ وُدٍّ ودخل على النَّبيِّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم، فلمَّا رآه النَّبيُّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم كبَّر، وكبَّر المسلمون فقال النَّبيُّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم: اللَّهمَّ أعْطِ عليَّ بنَ أبي طالبٍ فضيلةً لم تُعطِها أحدًا قبلَه ولا تعطِها أحدًا بعدَه، فهبط جبريلُ عليه السَّلامُ ومعه أُترُجَّةٌ من الجنَّةِ، فقال: إنَّ اللهَ عزَّوجلَّ يقرأُ عليك السَّلامَ ويقولُ لك: حيِّ بهذه عليَّ بنَ أبي طالبٍ، فدفعها إليه، فانفَلَقت في يدِه فَلْقتَيْن، فإذا فيها حريرةٌ بيضاءُ مكتوبٌ فيها سطرَيْن بصفراءَ: تحيَّةٌ من الطَّالبِ الغالبِ إلى عليّ بنِ أبي طالبٍ.

- الراوي: عبدالله بن عباس.
- المحدث: ابن الجوزي.
- المصدر: موضوعات ابن الجوزي.
- الصفحة أو الرقم: 172/2.
- خلاصة حكم المحدث: لا يشك في وضعه.

روایات میں اس واقعے کی کچھ اصل:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی کافر پر قابو پانے کے باوجود اسکو قتل نہ کیا، ایسا ایک واقعہ غزوہ احد کے موقعے پر پیش آیا کہ ابو سعید بن ابی طلحہ اور حضرت علی کے درمیان مقابلہ ہوا اور حضرت علی نے باوجود قابو پالینے کے اس کو قتل نہیں کیا.

جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ جب میں نے اس کو قابو کر لیا تو اس نے اپنا ستر کھول دیا تو میں سمجھ گیا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے مار ڈالا تو میں نے اس کو چھوڑ دیا.

الحافظ ابن كثير رحمه الله: قال ابن هشام: وحدثني مسلمة بن علقمة المازني، قال: لما اشتد القتال يوم أحد جلس رسول الله ﷺ تحت راية الأنصار، وأرسل علي أن قدم الراية، فقدم علي وهو يقول: أنا أبوالقُصَم، فناداه أبوسعد بن أبي طلحة (وهو صاحب لواء المشركين): هل لك يا أبا القُصَم في البراز من حاجة؟ قال: نعم، فبرزا بين الصفين فاختلفا ضربتي، فضربه علي فصرعه، ثم انصرف ولم يجهز عليه. فقال له بعض أصحابه: أفلا أجهزت عليه؟ فقال: إنه استقبلني بعورته، فعطفتني عليه الرحم وعرفت أن الله قد قتله.

اس روایت میں شیعوں کی خیانت:

غزوہ احد میں جو واقعہ پیش آیا اسکو شیعوں نے جنگ صفین کے موقع پر حضرت علی کے دو مخالف صحابہ حضرت عمرو بن العاص اور بسر بن ارطاۃ پر منطبق کر دیا کہ ان دونوں نے بھی جان بچانے کیلئے اپنا ستر دکھایا تھا، حالانکہ یہ جھوٹ اور صحابہ کرام پر بہتان تراشی ہے، اور مشکل یہ ہے کہ بسر بن ارطاۃ والا واقعہ ہماری تاریخ میں بھی نقل کیا گیا ہے.

علي ﷺ يوم صفين مع بسر بن أبي أرطأة لما حمل عليه ليقتله أبدى له عورته؛ فرجع عنه. (البداية والنهاية:22/4). وذكر هذه القصة غير واحد من المؤرخين.

☆ صحابہ کرام کے متعلق یہ بات شیعوں کی کارستانی ہے. روایات کی تحقیق کرنے والے حضرات کا اس واقعے کے متعلق یہ کہنا ہے کہ مؤرخین نے طبری پر اعتماد کر کے نقل کیا ہے.

أكثر الروايات الشيعية التى فى تاريخ الطبري ضعيفة جداً، ومنها ما يتناول ذكر هذا الرجل "بسر بن ارطاة" بالسوء، و ابن كثير فى البداية والنهاية، وغيره ينقلون فى كثير من الأحيان عن الطبري دون تمحيص.

طبری کی اپنی کتاب کے بارے میں وضاحت:

امام طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ میری کتاب میں اگر کوئی ایسی بات ماضی کے بارے میں ملے جو عجیب لگے یا صحیح نہ ہو یا حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہو تو قاری کو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ ہماری طرف سے نہیں لکھا گیا بلکہ ماقبل کے لوگوں نے جو ہمیں بتایا ہم نے ویسا ہی لکھ دیا۔

قال الإمام الطبريُّ:

{فَمَا يَكُنْ فِي كِتَابِي هَذَا مِنْ خَبَرٍ ذَكَرْنَاهُ عَنْ بَعْضِ الْمَاضِينَ، مِمَّا يَسْتَنْكِرُهُ قَارِئُهُ، أَوْ يَسْتَشْنِعُهُ سَامِعُهُ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ لَمْ يَعْرِفْ لَهُ وَجْهاً فِي الصِّحَّةِ وَلَا مَعْنَى فِي الْحَقِيقَةِ، فَلْيَعْلَمْ أَنَّهُ لَمْ يُؤْتَ ذَلِكَ مِنْ قِبَلِنَا، وَإِنَّمَا أُتِيَ مِنْ قَبَلِ بَعْضِ نَاقِلِيهِ إِلَيْنَا، وَإِنَّا إِنَّمَا أَدَّيْنَا ذَلِكَ عَلَى نَحْوِ مَا أُدِّيَ إِلَيْنَا }.(9)

تاريخ الرسل والملوك للإمام محمد بن جرير الطبري ج1ص8، ط دار المعارف-القاهرة, ت: محمد أبو الفضل إبراهيم.

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے متعلق جو روایات مذکور ہیں ان میں دو جھوٹے راوی ہیں۔

قصة كشف عمرو بن العاص عورته امام علي ﷺ قصة واهية.

جاءت بطريقين: احدهما عن نصر بن مزاحم الكوفي الر افضي، والطريق الآخر عن ابن الكلبي، وكلاهما كذابان كبيران.

خلاصہ کلام

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہادری اور اخلاق کے اعلی درجے پر فائز ہیں، نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہادری اور اخلاق کا بلند معیار اس بات کا محتاج نہیں کہ کسی من گھڑت واقعے سے اس کو ثابت کیا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کافر کو تھوکنے کے بعد چھوڑ دینا (شیعہ کی روایات کے علاوہ) حدیث کی کسی بھی مستند کتاب میں موجود نہیں، لہٰذا اس واقعے کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی طرف کرنا درست نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۵ فروری ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر108

حضرت علی اور حضرت زبیر

سوال: مفتی صاحب یہ ایک پوسٹ آئی ہے جس میں ایک روایت کا ذکر ہے کہ آپ علیہ السلام نے حضرت زبیر سے فرمایا کہ تم علی سے لڑوگے اور تم ظالم ہونگے. جنگ جمل کے موقعہ پر جب حضرت زبیر کو حضرت علی نے یہ بات یاد کرائی تو وہ میدان چھوڑ کر چلے گئے. اس روایت کی تصدیق مطلوب ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

جواب سے قبل دو باتوں کو ذہن نشین کرنا ضروری ہے.

پہلی بات:

مشاجرات صحابہ کے متعلق جمہور امت کا یہی قول ہے کہ ان معاملات پر لب کشائی کے بجائے اللہ تعالی کے حوالے کرنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی گستاخانہ جملہ سلب ایمان کا سبب بنے.

دوسری بات:

جنگ جمل کا پس منظر ہرگز جنگ کرنا نہیں تھا بلکہ امت مسلمہ میں پیدا شدہ بے اتفاقی کو ختم کرکے صلح پیدا کرنا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کو سامنے لانا اور قصاص لینا مقصود تھا.

جیسا کہ حضرت زبیر نے حضرت عائشہ صدیقہ کے رجوع کے فیصلے پر فرمایا کہ آپ کے ذریعے امت میں صلح آئیگی.

ويدل على ذلك ما أخرجه أحمد في المسند والحاكم في المستدرك: أن عائشة ﵂ لما بلغت مياه بني عامر ليلاً نبحت الكلاب، قالت: أي ماء هذا؟ قالوا: ماء الحوأب، قالت: ما أظنني إلا راجعة، إن رسول الله ﷺ قال لنا: "كيف بإحداكن تنبح عليها كلاب الحوأب". فقال لها الزبير: ترجعين!! عسى الله عز وجل أن يصلح بك بين الناس.

قال الألباني: إسناده صحيح جداً، صححه خمسة من كبار أئمة الحديث هم: ابن حبان، والحاكم، والذهبي، وابن كثير، وابن حجر (سلسلة الأحاديث الصحيحة رقم 474).

اور جانبین اس جنگ سے ہر گز خوش نہ تھے جیسا کہ روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی کو اس جنگ کا سخت افسوس تھا اور حضرت حسن سے کہا کہ کاش اس جنگ کے ہونے سے بیس سال قبل مر چکا ہوتا.

روى ابن أبي شيبة في مصنفه بسند صحيح عن الحسن بن علي قال: (لقد رأيته – يعني علياً – حين اشتد القتال يلوذ بي ويقول: يا حسن، لوددت أني مت قبل هذا بعشرين حجة أو سنة).

اور حضرت زبیر بھی جنگ کا میدان اور قافلہ چھوڑ کر کنارے پر چلے گئے تھے اور نیند کی حالت میں ان کو شہید کیا گیا اور جب حضرت علی کو خبر دی گئی تو فرمایا کہ زبیر کے قاتل کیلئے جہنم کی آگ ہے.

وقد ترك الزبير القتال ونزل وادياً فتبعه عمرو بن جرموز فقتله وهو نائم غيلة، وحين جاء الخبر إلى علي ﷺ قال: بشر قاتل ابن صفية بالنار.

سوال میں مذکور روایات کی اسنادی حیثیت

یہ روایات مختلف کتابوں میں میں مختلف اسنادوں سے منقول ہے.

مستدرک حاکم کی سند:

فرواه الحاكم (5575) من طريق مِنْجَاب بْن الْحَارِثِ، ثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْأَجْلَحِ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ يَزِيدَ الْفَقِيرِ قَالَ مِنْجَابٌ: وَسَمِعْتُ فَضْلَ بْنَ فَضَالَةَ، يُحَدِّثُ بِهِ جَمِيعًا، عَنْ أَبِي حَرْبِ بْنِ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ، قَالَ: " شَهِدْتُ عَلِيًّا وَالزُّبَيْرَ، لَمَّا رَجَعَ الزُّبَيْرُ عَلَى دَابَّتِهِ يَشُقُّ الصُّفُوفَ، فَعَرَضَ لَهُ ابْنُهُ عَبْدُ اللَّهِ ، فَقَالَ: مَا لَكَ؟ فَقَالَ: ذَكَرَ لِي عَلِيٌّ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: (لَتُقَاتِلَنَّهُ وَأَنْتَ ظَالِمٌ لَهُ) فَلَا أُقَاتِلُهُ، قَالَ: وَلِلْقِتَالِ جِئْتَ؟ إِنَّمَا جِئْتَ لِتُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ وَيُصْلِحُ اللَّهُ هَذَا الْأَمْرَ بِكَ، قَالَ: قَدْ حَلَفْتُ أَنْ لَا أُقَاتِلَ، قَالَ: فَأَعْتِقْ غُلَامَكَ جِرْجِسَ وَقِفْ حَتَّى تُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ، قَالَ: فَأَعْتَقَ غُلَامَهُ جِرْجِسَ وَوَقَفَ فَاخْتَلَفَ أَمْرُ النَّاسِ، فَذَهَبَ عَلَى فَرَسِهِ ".

پہلی سند میں اجلح الکندی ہے جو کہ ضعیف راوی ہے.

ولمنجاب بن الحارث فيه إسنادان، وهما ضعيفان، ففي الأول منهما الأجلح الكندي والد عبد الله، وهو ضعيف، ضعفه أحمد، وابن معين، وأبو حاتم والنسائي، وغيرهم.

انظر "التهذيب" (1/165-166) .

بیہقی کی سند میں یزید الفقیر اپنے والد سے نقل کرتے ہیں اور وہ مجہول ہے.

وقد رواه البيهقي في "الدلائل" (6/414) من هذا الطريق عن يزيد الفقير عن أبيه، فزاد: عن أبيه، وأبوه مجهول لا يعرف، وهذه علة أخرى في هذا السند.

ایک اور سند میں فضل بن فضالہ ہے جو مجہول ہے.

وفي الإسناد الثاني فضل بن فضالة، قال الشيخ الألباني في "الصحيحة" (6/158): "لم أجد له ترجمة".

حاکم کی ایک اور سند میں ابو قلابہ ہے جس کے بارے میں دار قطنی کہتے ہیں کہ بہت غلطیاں کرتا تھا.

ثم رواه الحاكم (5574) من طريق أبي قِلَابَةَ عَبْد الْمَلِكِ بْن مُحَمَّدِ الرَّقَاشِيّ،

وأبو قلابة ضعيف، قال الدارقطني: صدوق كثير الخطأ في الأسانيد والمتون، كان يحدث من حفظه فكثرت الأوهام في روايته.

" تهذيب التهذيب" (6 /372)

ایک اور طریق میں محمد بن سلیمان مجہول ہے.

ورواه الحاكم (5573) من طريق مُحَمَّد بْن سُلَيْمَانَ الْعَابِد، ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ به.

وقال الذهبي في تلخيصه: " فيه نظر ".

وعلته مُحَمَّد بن سليمان، فهو مجهول.

ابن ابی شیبہ نے روایت نقل کی تو اس میں عبد السلام راوی مجہول بھی ہے اور اس کا سماع حضرت علی اور حضرت زبیر سے ثابت نہیں.

وقد رواه ابن أبي شيبة (15/282) حدثنا يعلى بن عبيد، عن إسماعيل بن أبي خالد، عن عبد السلام رجل من بني حية،.. فذكره .

وعبد السلام هذا مجهول أيضا، كما قال الذهبي في "الميزان" (2/619)، ولم يسمع من الزبير ولا من عليّ، كما قال البخاري: " لا يثبت سماعه منهما ".

"الضعفاء" للعقيلي (3 /65)

ابن ابی شیبہ نے روایت نقل کی اس کی سند میں شریک ابن عبد اللہ القاضی ہے جس کا حافظہ کمزور اور شیعہ تھا اور وہ اسود بن قیس سے اور اسود بن قیس ایک مجہول راوی سے نقل کر رہا ہے۔

ورواه ابن أبي شيبة (7/ 545) من طريق شَرِيك، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: " حَدَّثَنِي مَنْ رَأَى الزُّبَيْرَ يَقْعَصُ الْخَيْلَ الخ

وهذا ضعيف أيضا ، شريك هو ابن عبد الله القاضي ، ضعيف سيء الحديث ، وفيه تشيع معروف . انظر"الميزان" (2/270-272)

ثم هو يرويه عن الأسود بن قيس عن رجل مجهول

اس روایت کے تمام اسانید بہت کمزور ہیں جس کی وجہ سے امام عقیلی نے فرمایا کہ یہ متن کسی بھی ایسی سند سے منقول نہیں جس کو ثابت کہا جاسکے۔

وقد قال العقيلي: " لَا يُرْوَى هَذَا الْمَتْنُ مِنْ وَجْهٍ يَثْبُتُ "

انتهى من "الضعفاء" (3 /65) .

خلاصہ کلام

مشاجرات صحابہ تاریخ کا وہ حصہ ہے کہ جس کا انکار ممکن نہیں لیکن اس معاملے میں افراط اور تفریح سے بچنا بہت ضروری ہے اور بلا تحقیق کوئی ایسی بات کرنا نہ صرف دشمنان صحابہ کے پروپیگنڈے کو پھیلانا ہے بلکہ ناموس صحابہ پر انگلی اٹھانے کے مترادف ہے لہذا اس سے اجتناب لازم ہے اور سوال میں مذکور واقعہ اس قدر ضعیف ہے کہ اس کو بطور دلیل پیش کرنا درست نہیں۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبد الباقی اخونزادہ

4 اپریل 2018 کراچی

تنبیہات سلسلہ نمبر109

اہل بیت کی محبت پر شہادت کی موت

سوال: ایک روایت سنی ہے کہ جو شخص اہل بیت سے محبت کرے گا اس کو شہادت والی موت حاصل ہو گی. اس روایت کی تحقیق مطلوب ہے.

الجواب باسمه تعالی

یہ روایت مختلف تفاسیر میں اس آیت: {قل لا اسئلکم علیه أجرا إلا المودة فی القربی} کے ذیل میں مختلف مفسرین نے ذکر کی ہے، جیسے امام قرطبی نے مختصرا اور امام زمخشری نے تفصیلا اس روایت کو نقل کیا ہے اور دیگر تمام مفسرین نے اس روایت کو زمخشری سے نقل کیا ہے.

روایت کا ترجمہ:

جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی محبت کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو گا وہ شہادت کا درجہ پائے گا اور اسکی مغفرت ہو جائے گی اور وہ توبہ کرنے والوں اور کامل ایمان والوں میں شمار ہو گا اور موت کے فرشتے اور منکر نکیر اسکو جنت کی خوشخبری دینگے اور اسکو دلہن کی طرح جنت کی طرف لے جایا جائے گا اور رحمت کے فرشتے اسکی قبر کی زیارت کرینگے اور وہ اہل سنت والجماعت میں شمار ہو گا، اور جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے بغض کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو گا وہ قیامت کے دن اس حال میں لایا جائے گا کہ اسکی پیشانی پر "اللہ کی رحمت سے مایوس" لکھا ہوا ہو گا اور وہ کفر کی حالت میں مرے گا اور جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا.

ألا ومن مات على حب آل مُحَمَّد، مات شهيداً، ألا ومن مات على حب آل مُحَمَّد، مات مغفورا له، ألا ومن مات على حب آل مُحَمَّد، مات تائبا، ألا ومن مات على حب آل مُحَمَّد، مات مؤمنا مستكمل الإيمان، ألا ومن مات على حب آل مُحَمَّد، بشره ملك الموت بالجنة، ثم منكر ونكير، ألا ومن مات على حب آل مُحَمَّد، يزف إلى الجنة كما تزف العروس إلى بيت زوجها، ألا ومن مات على حب آل مُحَمَّد، جعل الله زوار قبره ملائكة الرحمة، ألا ومن مات على حب آل مُحَمَّد،

مات على السنة والجماعة، ألا ومن مات على بغض آل مُحَمَّد جاء يوم القيامة مكتوب بين عينيه (آيس من رحمة الله) ألا ومن مات على بغض آل مُحَمَّد، مات كافرا، ألا ومن مات على بغض آل مُحَمَّد، لم يشم رائحة الجنة".

[ينابيع المودة (21/1، 18/2 و 88)

الصواعق المحرقة، (ص: 232) فرائد السمطين].

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

علامہ البانی نے السلسلة الضعیفة والموضوعة میں اس روایت پر تفصیلی بات کی ہے کہ یہ روایت من گھڑت روایات میں سے ہے.

امام زمخشری نے اپنی تفسیر میں اس روایت کو نقل کیا ہے اور ان کے بعد تمام سنی اور شیعہ راوی اس روایت کو زمخشری کے حوالے سے نقل کرتے ہیں.

قال الألباني في "السلسلة الضعيفة والموضوعة" (579/10): باطل موضوع.

أورده الزمخشري في تفسير آية المودة هكذا بتمامه.

امام زمخشری نے یہ روایت اپنی تفسیر میں مرسلا نقل کی ہے.

وأرسلها الزمخشري في تفسير الآية من "كشافه" إرسال المسلمات.

علمائے امت کی نظر میں امام زمخشری اور ان کی تفسیر:

زمخشری خوارزم کی ایک بستی میں پیدا ہوئے، ان کا نام محمود تھا، 538ھ میں انتقال ہوا. یہ معتزلہ کے بڑے داعیوں میں سے تھے.

☆ **معتزلہ وہ لوگ ہیں جو خلق قرآن کے قائل اور قیامت کے دن رؤیت باری تعالی کے منکر ہیں.**

الزمخشري صاحب تفسير "الكشّاف" نسبة إلى "زَمَخْشَر" وهي قرية كبيرة من قرى "خوارزم"، واسمه محمود، وكنيته أبوالقاسم، توفي عام 538هـ، وهو من دعاة الاعتزال الكبار، والمعتزلة فرقة مبتدعة من أبرز عقائدها: القول بخلق القرآن، وبنفي رؤية الله تعالى يوم القيامة، والقول بتعطيل الصفات، والقول بتخليد مرتكب الكبيرة في النار في الآخرة إذا لقي الله تعالى ولم يتب منها أو لم يقم عليه الحد في الدنيا، وغير ذلك

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ زمخشری بڑے عالم اور معتزلہ کے بڑے ہیں اور اپنے مذہب کے داعی تھے...(اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے).

قال الذهبي رحمه الله: "الزمخشري، العلامة، كبير المعتزلة، أبوالقاسم محمود بن عمر بن مُحَمَّد الزمخشري الخوارزمي النحوي، صاحب "الكشاف" و"المفصل" (في النحو).
وكان داعية إلى الاعتزال، الله يسامحه. ["سير أعلام النبلاء" (151/20، 156)].

تفسیر کشاف للزمخشری:

۱. علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ ان کی تفسیر بدعات سے بھری ہوئی ہے اور معتزلہ کے طریقہ کار کے مطابق اس میں مختلف صفات باری تعالی کا انکار ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کتاب میں موضوع روایات بھی بکثرت موجود ہیں.

قال شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله: وأما "الزمخشري" فتفسيره محشو بالبدعة وعلى طريقة المعتزلة من إنكار الصفات والرؤية والقول بخلق القرآن، وأنكر أن الله مريد للكائنات وخالق لأفعال العباد، وغير ذلك من أصول المعتزلة... وهذه الأصول حشا بها كتابه بعبارة لا يهتدي أكثر الناس إليها ولا لمقاصده فيها، مع ما فيه من الأحاديث الموضوعة، ومن قلة النقل عن الصحابة والتابعين. ["مجموع الفتاوى" (386/1، 387)].

۲. امام ذہبی فرماتے ہیں کہ زمخشری اگرچہ نیک آدمی تھے لیکن معتزلہ کے داعیوں میں سے تھے، لہذا ان کی کتاب "کشاف" سے دور رہنے کی ضرورت ہے.

وقال الذهبي رحمه الله في ترجمة الزمخشري: صالح، لكنه داعية إلى الاعتزال (أجارنا الله) فكن حذراً من "كشَّافه". ["ميزان الاعتدال" (78/4)].

۳. زمخشری کی تفسیر کشاف ان تفاسیر میں سے ہے جن میں صحیح، ضعیف، موضوع ہر طرح کی روایات موجود ہیں، اسی وجہ سے امام زیلعی اور ان کے بعد ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کی تفسیر کی روایات کی تحقیق کی ہے اور اس (سوال میں مذکور) روایت پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے.

ولذلك وضع عليه الحافظ الزيلعي تخريجاً لأحاديثه، ثم لخصه الحافظ ابن حجر؛ وهو المسمى بـ"الكافي الشاف في تخريج أحاديث الكشاف"، وقد حكم فيه على هذا الحديث بالوضع،

فأصاب، قال (354/145/4): رواه الثعلبي: أخبرنا عبدالله بن مُحَمَّد بن علي البلخي: حدثنا يعقوب ابن يوسف بن إسحاق: حدثنا مُحَمَّد بن أسلم: حدثنا يعلى بن عبيد عن إسماعيل بن قيس عن جرير بطوله.....

وآثار الوضع عليه لائحة.

ومُحَمَّد ومن فوقه أثبات.

والآفة فيه ما بين الثعلبي ومُحَمَّد.

خلاصہ کلام

یہ روایت اگرچہ تفاسیر میں نقل کی گئی ہے لیکن جیسا کہ (مذکورہ بالا تفصیل سے) معلوم ہوچکا کہ جن کتابوں میں یہ روایت مذکور ہے ان کتابوں کی محدثین کی نظر میں کوئی خاص اہمیت نہیں اور نہ ہی اس روایت کی کوئی متصل صحیح سند منقول ہے، لہذا اس روایت کو آپ علیہ السلام کی ذات کی طرف منسوب کرنا ہرگز درست نہیں ہے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۱۵اپریل۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر121

اہل بیت کی خبر گیری کا اجر

سوال: ایک روایت سنی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار آدمیوں کی قیامت کے دن میں شفاعت کرونگا: میری اولاد کی عزت کرنے والا، ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے والا، ان کے معاملات میں کوشش کرنے والا اور دل اور زبان سے ان سے محبت کرنے والا... کیا یہ روایت درست ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

مذکورہ روایت شیعوں کی کتابوں میں بہت شد ومد اور سند کے ساتھ نقل کی گئی ہے، جیسے شیخ طوسی نے اس روایت کو اپنی سند سے نقل کیاہے:

الشيخ الطوسي، عن أبي مُحَمَّد الفحام، قال: حدثني عمي عمر بن يحيى الفحام، قال: حدثني عبدالله بن أحمد بن عامر، قال: حدثني أبي أحمد بن عامر الطائي، قال: حدثنا علي بن موسى الرضا، عن آبائه، عن أمير المؤمنين علیه السلام قال: قال رسول الله ﷺ: أربعة أنا لهم شفيع يوم القيامة: المحب لأهل بيتي، والموالي لهم والمعادي فيهم، والقاضي لهم حوائجهم، والساعي لهم فيما ينوبهم من أُمورهم.

(حديث مرفوع): "أَرْبَعَةٌ أَنَا لَهُمْ شَفِيعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: الْمُكْرِمُ لِذُرِّيَّتِي، وَالْقَاضِي لَهُمْ حَوَائِجَهُمْ، وَالسَّاعِي لَهُمْ فِي أُمُورِهِمْ وَمَا اضْطَرُّوا إِلَيْهِ، وَالْمُحِبُّ لَهُمْ بِقَلْبِهِ وَلِسَانِهِ". (رقم الحديث: 979)

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

جیسا کہ عرض کیا گیاہے کہ یہ روایت شیعوں کی کتابوں میں نقل کی گئی ہے. البتہ ہمارے محدثین کرام نے اس کی جو سند نقل کی ہے اس میں ایک راوی **داود بن سلیمان الجرجانی** ہے.

داود بن سلیمان الجرجانی:

اس راوی کے بارے میں محدثین کے اقوال:

ا. ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میرے والد نے اس راوی کو مجہول قرار دیاہے.

قال فيه ابن أبي حاتم: داود بن سليمان الجرجاني. سمعت أبي يقول: هو مجهول.

۲. امام ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ راوی جھوٹا ہے اور یحیی بن معین نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے.

وقال الذهبي: داود بن سليمان الجرجاني الغازي عن علي بن موسى الرضا وغيره، كذبه يحيى بن معين، ولم يعرفه أبوحاتم، وبكل حال فهو شيخ كذاب، له نسخة موضوعة على الرضا.

رواها علي بن مُحَمَّد بن جهرويه القزويني الصدوق عنه قال: حَدَّثَنَا علي بن موسى، أخبرنا أبي، عَن أبيه، عن جَدِّه، عَن عَلِيّ بن الحسين، عَن أبيه، عَن عَلِيّ ﷺ وبه: أربعة أنا أشفع لهم يوم القيامة؛ ولو أتوني بذنوب أهل الأرض: الضارب بسيفه أمام ذريتي، والقاضي لهم حوائجهم، والساعي لهم في حوائجهم عندما اضطروا إليه، والمحب لهم بقلبه ولسانه. (لسان الميزان).

امام شوکانی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ روایت من گھڑت ہے.

وقال الشوكاني عن الحديث: إنه موضوع، وقد أورده بلفظ: "أربعة أنا شفيع لهم يوم القيامة: المكرم لذريتي، والقاضي لهم حوائجهم، والساعي لهم في أمورهم مما اضطروا إليه، والمحب لهم بقلبه ولسانه".

خلاصہ کلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی شان میں اس قدر صحیح روایات موجود ہیں کہ کسی من گھڑت روایات کو نقل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں.

امت کے ذمے اہل بیت کی خدمت اور کفالت حق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے واجب ہے لیکن اس طرح کی بے بنیاد روایات کو بیان کرنے سے اجتناب کرنا چاہیئے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۱۸ رمضان المبارک ۱۴۳۹

۳ جون ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر300

صحابہ کو گالی دینا

سوال: آج کل مندرجہ ذیل دو روایات کا بہت چرچا ہے:

1. جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کو برا بھلا کہتے ہوں تو کہو: اللہ کی لعنت تمہارے شر پر.

2. میرے صحابہ کو گالی مت دو، کیونکہ آخری زمانے میں ایک قوم آئے گی، جو میرے صحابہ کو گالیاں دے گی، تم ان کی عیادت مت کرنا، ان کی نماز جنازہ میں شرکت مت کرنا، ان سے نکاح مت کرنا، ان کو وراثت میں حصہ مت دینا، انہیں سلام مت کرنا اور نہ ہی ان کیلئے رحمت کی دعا کرنا.

آپ سے ان دونوں روایات کی تحقیق مطلوب ہے ...

الجواب باسمہ تعالیٰ

سوال میں مذکور روایات مختلف کتب میں مختلف سندوں سے منقول ہیں.

١. پہلی روایت :

امام ترمذی نے اس روایت کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے.

وروى الترمذي في سننه (3866) من طريق النضر بن حماد، سيف بن عمر، عن عبيدالله بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: "إذا رأيتم الذين يَسُبُّون أصحابي فقولوا: لعنة الله على شَرِّكُم."

اس روایت کی اسنادی حیثیت :

امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے .

هذا حديث منكر، لا نعرفه من حديث عبيدالله بن عمر إلا من هذا الوجه.

اس روایت کی سند میں دو راوی ہیں: النضر بن حماد اور سیف بن عمر.

النضر بن حماد:

١ . اَبو حاتم کہتے ہیں کہ یہ منکر حدیث ہے .

الإمام أبوحاتم الرازي، وقال: منكر الحديث. (تهذيب الكمال للمزى)

سیف بن عمر:

ا . یحیی بن معین کہتے ہیں کہ ایک پیسہ بھی اس سے بہتر ہے .

ضعّفه الإمام ابن معين، وقال: فليس خير منه.

٢ . ابو حاتم الرازی کہتے ہیں کہ یہ متروک الحدیث ہے واقدی کی طرح .

وقال الإمام أبوحاتم الرازي: متروك الحديث يشبه حديث الواقدي.

٣ . ابو داؤد فرماتے ہیں کہ یہ راوی کچھ بھی نہیں .

وقال الإمام أبوداود: ليس بشيء.

٤ . ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ من گھڑت روایات نقل کرتا تھا .

وقال ابن حبان: يروي الموضوعات عن الأثبات، وقالوا: إنه كان يضع الحديث. (تهذيب الكمال: ٢٦٧٦).

٥ . ابو نعیم اصبہانی کہتے ہیں کہ اس پر زندیق ہونے کی تہمت تھی، اس کی روایات کسی قابل نہیں .

قال أبو نعيم الأصبهاني فى "الضعفاء": سيف بن عمر الضَّبِّيّ الْكُوفِي مُتَّهم فِي دينه، مرمي بالزندقة، سَاقِط الحَدِيث لَا شَيْء.

٢ . دوسری روایت:

تاریخ بغداد للخطیب میں یہ روایت بشر الحنفی کی سند سے منقول ہے .

عن بِشْرٍ الْحَنَفِيِّ، عن أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قال: قال رَسُولُ اللهِ ﷺ: "لا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَإِنَّهُ يَجِيءُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي، فَإِنْ مَرِضُوا لا تَعُودُوهُمْ، وإِنْ مَاتُوا فَلا تَشْهَدُوهُمْ، ولا تُنَاكِحُوهُمْ، ولا تُوَارِثُوهُمْ، ولا تُسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ، ولا تُصَلُّوا عَلَيْهِمْ ."

اس سند میں بشر الحنفی راوی ہے .

۱ . ابن حبان المجروحین(1/187)میں لکھتے ہیں کہ یہ انس بن مالک سے روایت نقل کرتے ہیں لیکن یہ راوی منکر الحدیث ہے اور یہ روایت باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں .

بشر بن عبدالله أو عبيدالله القصير البصرى يروي عن أنس بن مالك منكر الحديث، هذا خبر باطل لا أصل له.

۲ . امام ذہبی نے "میزان"(1/319)میں اس روایت کو منکر جدا قرار دیا ہے.(حاشیہ تاریخ بغداد)

۳ . امام عقیلی نے "الضعفاء"(1/136)میں یہ روایت ابی جعفر عن انس کی سند سے نقل کی ہے، اس کی سند میں أحمد بن عمران الاخنسی ہے .

۴ . ابن جوزی "الضعفاء والمتروکین" میں لکھتے ہیں کہ عقیلی نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے .

قال ابن الجوزي فى الضعفاء والمتروكون: أَحْمد بن عمرَان الأخنسي.. قَالَ الْعقيلِي: مُنكر الحَدِيث يَتَكَلَّمُونَ فِيهِ.

۵ . امام بخاری نے بھی اسکو منکر الحدیث قرار دیا ہے .

أَحْمد بن عمرَان الأخنسي: قَالَ البُخَارِي: مُنكر الحَدِيث يَتَكَلَّمُونَ فِيهِ.

۶ . امام ابوزرعہ اور ابوحاتم نے بھی متروک قرار دیا ہے .

وقال أبوزرعة: كوفي تركوه وتركه أبوحاتم.

۷ . ازدی نے بھی منکر الحدیث قرار دیا ہے .

وقال الأزدي: منكر الحديث غير مرضي.

۸ . البتہ ابن حبان نے ابویعلی کی نسبت سے اس کو ثقات میں شمار کیا ہے .

اس روایت کو ابن عراق نے تنزيه الشريعة (2/24) میں نقل کر کے ابن حبان کا قول نقل کیا ہے کہ: هذا خبر باطل لا اصل له .

خلاصہ کلام

آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے صحابہ کو گالی دینا، برا بھلا کہنا حرام اور ناجائز ہے، اور صحیح احادیث سے اس کی ممانعت ثابت ہے، لیکن برا بھلا کہنے والوں پر لعنت کی روایات صحیح سند سے ثابت نہیں، لہذا اس کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کرنا درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۴ ستمبر ۲۰۲۰ کراچی

تنبیہات سلسلہ نمبر301

صحابہ کو گالی دینا (حصہ دوم)

آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے دین کی خاطر قربانی اور نصرت کیلئے اللہ رب العزت نے جس جماعت کو منتخب فرمایا، یہ جماعت اس امت کے افضل ترین لوگ ہیں، جن کی رضا کا اعلان قرآن کریم واضح الفاظ میں بیان کرتا ہے، ان کی تنقیص اور تکلیف کو اللہ اور اس کے رسول کی تکلیف قرار دیا گیا ہے.

ا . قرآن مجید میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار سے اللہ تعالیٰ راضی ہو چکے، اور جو ان کی اتباع کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے بھی راضی ہونگے.

١ –قوله تعالى: {والسابقون الأولون من المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم بإحسان ﷽ ورضوا عنه}.

٢ . جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا (تکلیف) دیتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی.

٢ –قوله تعالى: {إن الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والآخرة وأعد لهم عذاباً مهيناً} [الأحزاب:57] .

ا . حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس آیت میں ایذا کی تمام شکلیں شامل ہیں (چاہے قولی ہوں یا فعلی،) جیسا کہ حدیث میں ہے کہ تم کو میرے صحابہ کے معاملے میں اللہ کا واسطہ، ان کو میرے بعد نشانہ مت بنانا، جو ان سے محبت کرے گا تو گویا اس نے میری محبت کی بنیاد پر ان سے محبت کی، اور جس نے ان سے نفرت کی تو گویا اس نے میری نفرت کی بنیاد پر ان سے نفرت کی، جس نے ان کو تکلیف پہنچائی، اس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی، اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی عنقریب اللہ تعالیٰ اس کی گرفت فرمائینگے.

قال ابن كثير في تفسيره لهذه الآية: الظاهر أن الآيةَ عامَّةٌ في كلِّ من آذاه بشيء، ومن آذاه فقد آذى الله، ومن أطاعه فقد أطاع الله.

١. كما قال الإمام أحمد (بسنده) عن عبدالله بن المغفل المزني قال: قال النبي ﷺ: «اللهَ اللهَ في أصحابي! لاَ تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضاً بَعْدِي، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فببغضي

أَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذاني، وَمَنْ آذاني فَقَدْ آذَى الله، وَمَنْ آذَى الله يُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ..«

۲ . امام بخاری اور مسلم نے نقل کیاہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو گالی مت دو، اگر تم میں سے کوئی احد (مدینہ کے بڑے پہاڑ) کے برابر سونا صدقہ کردے تب بھی وہ میرے صحابہ کے ایک مُد یا نصف مُد صدقے کے برابر نہیں ہو سکتا.

رواه الامام البخاري ومسلم في صحيحيهما (بخ: 3673) (م: 2540) عن أبي سعيد الخدري ﷺ قال: قال النبي ﷺ: "لا تسبوا أصحابي، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه". (متفق على صحته)

۳ . حضرت عمر نے جابیہ کے مقام پر خطبہ دیا اور فرمایا کہ اللہ کے نبی نے ایسا ہی خطبہ دے کر فرمایا تھا کہ میرے صحابہ کے ساتھ اچھائی کا معاملہ کرو، پھر ان کے بعد کے لوگوں کے ساتھ، پھر ان کے بعد کے لوگوں کے ساتھ.

فقد روى الإمام أحمد بإسناده إلى جابر بن سمرة، قال: خطب عمر الناس بالجابية، فقال: إن رسول الله ﷺ قام في مثل مقامي هذا فقال: "أحسنوا إلى أصحابي ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم."

۴ . حضرت عمر فرماتے ہیں کہ آپ علیہ نے فرمایا کہ میرے صحابہ کی عزت کرو کیونکہ وہ تمہارے بہترین لوگ ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئینگے.

وأخرج الإمام أحمد والنسائي والحاكم عن عمر بن الخطاب ﷺ أن رسول الله ﷺ قال: "أكرموا أصحابي؛ فإنهم خياركم ثم الذين يلونهم."

۵ . ایک اور روایت میں ہے کہ میں تمہیں اپنے صحابہ کے بارے میں خیر کی وصیت کرتا ہوں.

أوصيكُم بأصحابي، عمر بن الخطاب. (صحيح الترمذي، الصفحة أو الرقم: 2165)

۶ . آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد میرے صحابہ کی اقتداء کرو، ابو بکر عمر کی اقتداء کرو، عمار کا طریقہ اپناؤ، ابن مسعود کے طریقے کو لازم پکڑو.

وقال ﷺ: "اقتدوا باللَّذين من بعدي من أصحابي؛ أبي بكر وعمر، واهتدوا بهدي عمار، وتمسكوا بعهد ابن مسعود". (الصحيحة: 1233)

۷ . آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب میرے صحابہ کا تذکرہ آئے تو اپنی زبانوں کو روک لو.

فقد روى الحافظ الطبراني من حديث عبدالله بن مسعود ؓ أن النبي ﷺ قال: "إذا ذكر أصحابي فأمسكوا."

۸ . آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی میرے صحابہ کی کوئی بات (خامی وغیرہ) مجھ تک نہ پہنچائے، میں چاہتا ہوں کہ جب بھی میں تمہارے پاس آؤں تو میرا دل سب کی طرف سے صاف ہو.

أخرج البيهقي عن ابن مسعود قال: خرج علينا رسول الله ﷺ، فقال: "لا يبلغني أحد منكم عن أحد من أصحابي شيئاً فإني أحب أن أخرج إليكم وأنا سليم الصدر."

۹ . ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ کو گالی مت دو، کیونکہ ان میں سے کسی کی ایک گھڑی کا عمل تمہاری پوری عمر کے عمل سے بہتر ہے.

وما رواه الامام أحمد في الفضائل (1/57) وابن ماجه (162) عن ابن عمر ؓ (موقوفا) قال: لا تسبوا أصحاب مُحَمَّد ﷺ فلمقام أحدهم ساعة خير من عمل أحدكم عمره. (إسناده صحيح).

۱۰ . حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اصحابِ رسول کو برا بھلا مت کہو، ان کی ایک گھڑی کا عمل تمہارے چالیس سال کے اعمال سے بہتر ہے.

روى ابن بطة في شرح الإبانة (ص:119) بإسناد صحيح إلى ابن عباس ؓ قال: لا تسبوا أصحاب مُحَمَّد ﷺ، فلمقام أحدهم ساعة يعني مع النبي ﷺ خير من عمل أحدكم أربعين سنة.

خلاصہ کلام

آپ علیہ السلام نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی آپس میں ایسی زبان یا الفاظ کے استعمال سے سختی سے منع فرمایا کہ جس میں کسی بھی صحابی کی تنقیص یا عیب جوئی ہو، لہذا بعد کے لوگوں کو تو کسی بھی صورت اس کی اجازت نہیں کہ وہ اصحاب رسول کے بارے میں کسی گستاخانہ بات کرنا تو درکنار بلکہ سوچنے کو بھی منع کیا گیا، کہ جب میرے اصحاب کا تذکرہ آئے تو زبانیں روک لینا، اور یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کی تنقیص کرنا گناہِ کبیرہ ہے، اور ایسا شخص فاسق اور زندیق ہے.

(تفصیل تیسری قسط میں)

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

0333-8129000

۶ ستمبر ۲۰۲۰ کراچی

تنبیہات سلسلہ نمبر302

صحابہ کو گالی دینا(حصہ سوم)

امام مالک کہتے ہیں کہ جو نبی ﷺ کے صحابہ کو گالی دیتے ہیں ان کا برائے نام بھی اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی اسلام میں ان کا کوئی حصہ ہے۔(السنۃ، للخلال،ج:2، ص:557)

قال مالك بن أنس رحمه الله: الذي يشتم أصحاب رسول الله ﷺ ليس له سهم أو قال نصيب في الإسلام. (شرح الإبانة لابن بطة، ص:162).

۲۔ امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کو گالی دینا حرام ہے اور بدترین حرام میں سے ہے، چاہے وہ صحابہ کیوں نہ ہوں جن کی آپس میں لڑائی ہوئی، کیونکہ ان کے پاس ان لڑائیوں کی تأویل موجود تھی۔

قال الإمام النووي رحمه الله تعالى: واعلم أن سب الصحابة ﷺ حرام من فواحش المحرمات، سواء من لابس الفتن منهم وغيره لأنهم مجتهدون في تلك الحروب متأولون.

۳۔ امام ابوزرعہ کہتے ہیں کہ جب تم کسی شخص کو صحابہ کی تنقیص کرتے دیکھو، تو جان لو کہ وہ زندیق ہے، کیونکہ قرآن حق ہے، رسول حق ہے، اور آپ علیہ السلام کا سارا دین حق ہے، اور اس دین کو ہم تک پہنچانے والے صحابہ ہیں، پس جو ان پر جرح و تنقید کرے گا، وہ کتاب اور سنت کو باطل کرنا چاہتا ہے، اور ایسا شخص جرح کا زیادہ مستحق ہے، اور اس شخص پر زندیق اور گمراہ کا حکم لگانا زیادہ بہتر ہے۔

وقال أبوزرعة رحمه الله: إذا رأيت الرجل ينتقص أحداً من الصحابة فاعلم أنَّه زنديق، وذلك لأن القرآن حق، والرسول حق، وما جاء به حق، وما أدى إلينا ذلك كله إلا الصحابة، فمن جرحهم إنما أراد إبطال الكتاب والسنة فيكون الجرح به أليق، والحكم عليه بالزندقة والضلال أقوم وأحق. (الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة:2/608).

۴۔ امام ابن کثیر کہتے ہیں کہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں تمام کے تمام صحابہ عادل ہیں۔

ويقول ابن كثير: والصحابة كلهم عدول عند أهل السنة والجماعة لما أثنى الله عليهم في كتابه العزيز، وبما نطقت به السنة النبوية في المدح لهم في جميع أخلاقهم وأفعالهم.

۵ . امام طحاوی لکھتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم تمام اصحاب رسول اللہ سے محبت کرتے ہیں، کسی کی محبت میں غلو (حد سے تجاوز) نہیں کرتے، نہ کسی سے براءت کا اعلان کرتے ہیں، ان کی محبت دین، ایمان اور احسان ہے، اور ان سے نفرت کرنا کفر، نفاق اور گمراہی ہے۔

قال الطحاوي: ونحبُّ أصحابَ رسول الله ﷺ، ولا نفرِّطُ في حبِّ أحدٍ منهم، ولا نتبرَّأُ من أحدٍ منهم. وحبُّهم دينٌ وإيمانٌ وإحسان. وبغضُهم كفرٌ ونفاقٌ وطغيان. (شرح العقيدة الطحاوية، ص:528).

۶ . سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ جو شخص ابو بکر، عمر، عثمان و علی سے محبت کرے، عشرہ مبشرہ کو جنتی مانے، اور حضرت معاویہ کو رحمہ اللہ کہے، تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے حساب نہیں کرینگے۔

قال سعيد بن المسيب رحمه الله: من أحبَّ أبابكرٍ وعمرَ، وعثمانَ وعليًّا، وشهدَ للعشرة بالجنة، وترحَّم على معاويةَ كان حقًّا على الله ألا يناقشه الحساب.

۷ . کسی نے ابن مبارک سے حضرت معاویہ کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ جس شخص نے آپ علیہ السلام کے ساتھ رکوع سے اٹھتے وقت ربنالک الحمد پڑھا ہو اس کے بارے میں کیا رائے دے سکتا ہوں۔

سُئل ابن المبارك عن معاوية، رضي الله تعالى عنه فقال: ما أقول في رجل قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سمع الله لمن حمده؛ فقال خلفه: ربنا ولك الحمد.

۸ . کسی نے عبد اللہ بن مبارک سے پوچھا کہ معاویہ افضل ہیں یا عمر بن عبد العزیز؟ تو فرمایا کہ آپ علیہ السلام کے ساتھ جو مٹی معاویہ کے ناک میں گئی وہ بھی عمر بن عبد العزیز سے بہتر ہے۔

أيهما أفضل؟ هو أو عمر بن عبدالعزيز؟ فقال: لترابٌ في منخري معاوية مع رسول الله صلى الله عليه وسلم خيرٌ وأفضلُ من عمرَ بنِ عبدالعزيز.

۹ . معافی بن عمران سے کسی نے پوچھا کہ معاویہ افضل ہیں یا عمر بن عبد العزیز؟ تو فرمایا کہ تم ایک تابعی کو صحابی کے مقابلے میں لانا چاہتے ہو، جبکہ حضرت معاویہ اللہ کے نبی کے ساتھی، ان کے سسرالی رشتہ دار، ان کے کاتب اور وحی کے امین ہیں۔

سئل المعافى بنُ عمران أيهما أفضل؛ معاوية أو عمر بن عبدالعزيز؟ فغضب وقال للسائل: أتجعل رجلا من الصحابة مثل رجل من التابعين؟ معاوية صاحبه وصهره، وكاتبه وأمينه على وحي الله.

۱۰ . ابو توبہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ صحابہ کا پردہ ہیں، جب پردہ ہٹادیا جاتا ہے تو پھر انسان کو بقیہ پر جرأت ہو جاتی ہے.

وقال أبوتوبة الربيع بن نافع الحلبي: معاوية سترٌ لأصحابِ مُحَمَّد ﷺ، فإذا كَشَفَ الرجلُ السترَ اجترأ على ما وراءه.

۱۱ . کسی نے حسن بصری سے پوچھا کہ ابو بکر اور عمر کی محبت سنت ہے؟ فرمایا: نہیں، بلکہ ان کی محبت فرض ہے.

فقد سئل الحسن البصري رحمه الله تعالى: حب أبي بكر وعمر رضي الله عنهما سنة؟ قال: لا، فريضة.

۱۲ . امام بربہاری کہتے ہیں کہ جو اصحاب رسول کے بارے میں زبان درازی کرتا ہے، درحقیقت وہ اللہ کے رسول کے بارے میں زبان درازی کر رہا ہے، اور اللہ کے رسول کو قبر میں تکلیف پہنچاتا ہے.

وقال الإمام البربهاري: واعلم أن من تناول أحداً من أصحاب رسول الله ﷺ فاعلم أنه إنما أراد مُحَمَّداً، وقد آذاه في قبره!!

۱۳ . علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ ہم اہلسنت والجماعت روافض اور شیعوں کے اس طریقے سے براءت کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ شیعہ صحابہ سے بغض رکھتے ہیں اور ان کو گالی دیتے ہیں، اور ہم نواصب کے طریقے سے بھی براءت کا اعلان کرتے ہیں جو اہل بیت کو اپنے قول یا عمل سے ایذاء پہنچاتے ہیں.

قال شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله تعالى: ويتبرؤون من طريقة الروافض والشيعة الذين يبغضون الصحابة ويسبونهم، وطريقة النواصب والخوارج الذين يؤذون أهل البيت بقول أو عمل.

۱۴ . امام قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اماموں کو انبیاء سے زیادہ افضل قرار دینے والے غالی رافضیوں (شیعوں) کے قول کو قطعی طور پر کفر قرار دیتے ہیں.

نقطع بتكفير غلاة الرافضة في قولهم: إن الأئمة أفضل من الأنبياء.

۱۵ . ایک اور جگہ پر فرمایا:اسی طرح ہم اس شخص کی تکفیر کرتے ہیں جس نے قرآن کا انکار کیایااس کے ایک حرف کا انکار کیایا اس میں موجود کسی لفظ کو تبدیل کرڈالایااس میں اضافہ کیاجیسا کہ باطنیہ اور اسماعیلیہ (شیعوں)نے کیا۔(کتاب الشفا، ج:2،ص:1078)

وكذلك نُكَفّر مَن أنكر القرآن أو حرفاً منه أو غيّر شيئاً منه أو زاد فيه كفعل الباطنية والإسماعيلية.

۱۶ . امام سرخسی فرماتے ہیں کہ جو شخص صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کرتا ہے وہ ملحد اور اسلام سے نکلنے والا ہے،اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کا علاج تلوار ہے.

قال السرخسي رحمه الله تعالى في أصوله: "فمن طعن فيهم (أي: في أصحاب النبي عليه الصلاة والسلام) فهو ملحد منابذ للإسلام، دواه السيف إن لم يتب."

۱۷ . جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کا فتویٰ:

یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینا، برا کہنا یا ان پر تبرّا کرنا حرام اور باعثِ فسق وگمراہی ہے، نیز اس سے ایمان ضائع ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔(فتاوی شامی،4236،ط:ایچ ایم سعید کراچی)(واللہ اعلم)

(فتوی نمبر:143406200001)

دارالافتاء:جامعہ علوم اسلامیہ،علامہ محمد یوسف،بنوری ٹاؤن

خلاصہ کلام

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نہ صرف اہلسنت والجماعت کے رہبر ورہنماہیں، بلکہ ہمارے ایمان اور عقیدے کا بنیادی حصہ ہیں، ان کی تنقیص ہمارے عقیدے کی تنقیص ہے، اسی لئے ہر زمانے میں یہی کہا گیا کہ صحابہ پر تبرا حرام ہے اور ایسا کرنے والا شخص گمراہ ہے، لیکن ہر حکم کو اپنا درجہ دینا چاہیئے اور کسی کی تردید میں حد سے تجاوز کرنا یا کمزور اور من گھڑت روایات بیان کرنا ہرگز درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ:عبد الباقی اخونزاد

۶ ستمبر ۲۰۲۰ کراچ

تنبیہات سلسلہ نمبر133

حضرت معاویہ اور شہزادہ

سوال: ایک واقعہ کسی سے سنا ہے اس کی تحقیق مطلوب ہے:

حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی کا ایمان افروز واقعہ:

حضرت امیر معاویہؓ حضورؐ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک شہزادہ نے آکر کہا: یارسول اللہؐ! میں عیسائیوں کا شہزادہ ہوں، غسان کی ریاست سے آیا ہوں، میرا باپ بادشاہ ہے. میں نے تورات اور انجیل میں اپنے راہبوں اور پادریوں سے سنا ہے کہ آپ آخر الزمان نبی ہیں، میں اسی علاقے میں آیا تھا تو میں زیارت کیلئے آگیا. جب وہ چلنے لگا تو کہا: یارسول اللہؐ! اگر میں آپؐ کو کوئی ہدیہ دوں تو آپؐ قبول کرینگے؟ حضورؐ نے فرمایا: ضرور میں تیرا تحفہ قبول کرونگا. جب وہ رخصت ہونے لگا تو کہا کہ میرا سامان چھ میل کے فاصلے پر ایک جگہ پڑا ہے. آپؐ کسی خادم کو میرے ساتھ بھیج دیں جو ہدیہ لے آئے، حضورؐ کے خصوصی خدام میں حضرت انسؓ کا نام مشہور ہے یا حضرت زیدؓ کا نام مشہور ہے، لیکن اس وقت ان دونوں میں سے کوئی وہاں موجود نہیں تھا، حضرت معاویہؓ حضورؐ کی خدمت میں بیٹھے تھے، اس وقت ان کی عمر 24 سال تھی. حضورؐ نے فرمایا: معاویہ! جاؤ اس عیسائی شہزادے کے ساتھ جاؤ اور جو چیز وہ تمہیں دے اسے لے آؤ. حضرت معاویہؓ اس شہزادے کے ساتھ چل پڑے. (یہ واقعہ کتاب "تطہیر الجنان" میں بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے.)

حضرت معاویہؓ جب جانے لگے تو ان کا جوتا مسجد کے دوسری طرف پڑا تھا، چونکہ حضورؐ کا حکم تھا کہ چلو تو وہ بغیر جوتے کے ہی چل پڑے، جوتا بھی نہیں پہنا کہ حضورؐ کا حکم ہے اور یہ شہزادہ جا رہا ہے میں اس کے ساتھ چلوں. اب شہزادہ مسجد سے باہر نکلا. حضرت معاویہؓ بھی نکلے، عرب کی گرمی، دھوپ، ریت، صحراء ہے، جب مدینہ سے باہر نکلے تو حضرت معاویہؓ کے پاؤں جلنے لگے، حضرت معاویہؓ نے اس شہزادے سے کہا کہ اپنا جوتا مجھے دے دو یا اپنی سواری پر مجھے سوار کرلو. تو اس شہزادے نے کہا کہ تو کمی ہے، تو نوکر ہے، تو غلام ہے. میں شہزادہ ہوں. میں کمیوں کو اپنا جوتا کیسے دے دوں؟

حضرت معاویہؓ تو مکہ کے سردار ابوسفیانؓ کے لڑکے تھے، لیکن آج تو حکم پیغمبرؐ کا تھا. حضرت معاویہؓ خاموش ہوگئے اور چھ میل تک اس گھوڑ سوار شہزادے کے ساتھ عرب کی دھوپ اور ریت میں امیر معاویہؓ بھاگتے رہے. چھ میل بعد اس کا پڑاؤ

آیا. اس نے حضرت معاویہؓ کو سامان دیا. حضرت معاویہؓ سامان لے کر واپس آئے. حضورؐ نے پوچھا: معاویہؓ! تم کیسے گئے اور کیسے آئے؟ حضرت معاویہؓ نے سارا واقعہ بیان کیا. حضورؐ بڑے خوش ہوئے کہ بغیر جوتے کے دھوپ میں گیا. تجھے اس نے کمی کہا تو تم واپس کیوں نہیں آئے؟ حضرت معاویہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! حکم آپؐ کا تھا. میرے تو صرف پاؤں جلے، اگر میرا جسم بھی جل جاتا تو معاویہ واپس نہیں آتا. حضورؐ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا: "احلم من امتی معاویۃ" میری امت کا سب سے بڑے حوصلے والا معاویہ بن ابی سفیان ہے.

اس واقعے کے وقت حضرت معاویہؓ کی عمر 24 سال تھی. پورے 34 سال گذر جانے کے بعد جب حضرت معاویہؓ دمشق کے تخت پر خلیفہ بنے اور ساری دنیا کے نصف حصّے سے زیادہ پر حضرت معاویہؓ کو حکومت ملی اور تن تنہا دنیا میں اتنا بڑا اسلامی حکمران بنا. حضرت معاویہؓ کی فوجیں ملک غسان کو فتح کرنے گئیں. تین مہینے بعد فوج واپس آئی تو مبارکباد پیش کی گئی اور سپہ سالار نے کہا کہ امیر المؤمنین! غسان فتح ہو گیا اور ہم چھ ہزار قیدی قید کر کے لائے ہیں.

حضرت معاویہؓ کے دربار میں جب وہ چھ ہزار قیدی پیش کئے گئے تو ان کے ہاتھ اور پاؤں رسیوں سے بندھے ہوئے تھے. حضرت معاویہؓ نے ان قیدیوں کو دیکھا تو سب سے آگے جو قیدی تھا وہ وہی غسان کی ریاست کا شہزادہ تھا جس نے معاویہؓ کو پہننے کیلئے جوتا نہیں دیا تھا. حضرت معاویہؓ نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا اور فرمایا: شہزادے کو میرے مہمان خانے میں لے جاؤ. ایک مہینہ تک حضرت معاویہؓ اپنے مہمان خانے میں اس کی میزبانی کرتے رہے مگر اس نے نہیں پہچانا کہ یہ امیر المؤمنین حضرت معاویہؓ وہی پیغمبرؐ کا غلام ہے جس کو میں نے کمی کہا تھا. ایک مہینے بعد جب وہ جانے لگا تو معاویہؓ نے فرمایا کہ میں نے تیری وجہ سے سارے قیدیوں کو رہا کر دیا اور تجھے بھی رہا کیا، رخصت ہوتے ہوئے معاویہؓ نے اسے دس ہزار درہم ہدیہ کے طور پر دیئے، تو اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ امیر معاویہؓ بن ابوسفیان ہے. رسول اللہؐ کا غلام ہے. اب اس کے ذہن میں آیا کہ یہ تو وہی نوجوان ہے جس کو میں نے پہننے کیلئے جوتا نہیں دیا تھا. اور میں نے اس کو کہا تھا کہ تو "کمی" ہے. اب اس کی آنکھیں شرم سے جھک گئیں. حضرت معاویہؓ کے پاس آکر کہنے لگا: امیر المؤمنین! آپ وہی معاویہؓ ہیں جو میرے ساتھ پیدل گئے تھے؟ حضرت معاویہؓ نے فرمایا: اے شہزادے! ہاں میں محمدؐ کا وہی کمی ہوں، میں محمدؐ کا وہی نوکر ہوں. اس نے کہا میں شرمندہ ہوں. حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ میں نے تجھے پہلی مرتبہ ہی پہچان لیا تھا اور سب کچھ میں نے پہچاننے کے باوجود کیا. تیرا اخلاق تو یہ تھا کہ تو نے مجھے جوتا بھی نہ دیا. شاید تیرے مذہب نے تجھے یہ اخلاق سکھایا ہو، جبکہ میرا اخلاق یہ

تھا کہ میں نے تیرے اس سلوک کا تجھ سے تذکرہ بھی نہ کیا، اور باوجود پہچان لینے کے میں نے تیری رسیاں کھلوائیں، تیرے ہاتھ کھلوائے اور تجھے مہمان بنایا، پھر اس سب کے بعد تجھے دس ہزار درہم دیئے۔ وہ زاروقطار رونے لگا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھے مگر تیرے سے زیادہ کوئی حوصلے والا نہیں دیکھا، مجھے جلدی کلمہ پڑھا کر مسلمان کر دیجئے۔

اسی بات کو حضورؐ نے فرمایا تھا..."احلم من امتی معاویة" یعنی میری امت کا سب سے بڑا حوصلے والا معاویہ بن ابی سفیان ہے۔

اس واقعے کی تحقیق مطلوب ہے...

الجواب باسمہ تعالی

سوال میں مذکور واقعے کی اصل تو احادیث کی کتابوں میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہے لیکن اس واقعے میں جس قدر زیادتی کی گئی ہے یہ کسی افسانہ گو مقرر یا مصنف کی گاریگری ہے جس کا حقیقت سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں۔

کتب میں موجود اصل واقعہ:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سن ۹ ہجری کو مسلمان ہو کر مدینہ حاضر ہوئے، چونکہ آپ کا تعلق بادشاہوں کے خاندان سے تھا اس لئے آپ علیہ السلام نے ان کی آمد کی خوشخبری صحابہ کو سنائی کہ تمہارے ہاں شہزادہ آرہا ہے، پھر جب یہ آئے تو انکا خوب استقبال کیا اور اکرام بھی کیا اور آپ کیلئے چادر بچھائی۔

وفادة وائل بن حجر بن ربيعة بن وائل بن يعمر الحضرمي أبي هنيد، أحد ملوك اليمن، على رسول الله ﷺ.

قال أبوعمر بن عبدالبر: كان أحد أقيال حضرموت، وكان أبوه من ملوكهم، ويقال: إن رسول الله ﷺ بشر أصحابه قبل قدومه به وقال: يأتيكم بقية أبناء الملوك. فلما دخل رحب، به وأدناه من نفسه، وقرب مجلسه، وبسط له رداءه، وقال: اللهم بارك في وائل وولده وولد ولده. (ص:331) واستعمله على الأقيال من حضرموت، وكتب معه ثلاث كتب: منها كتاب إلى المهاجر بن أبي أمية وكتاب إلى الأقيال والعباهلة، وأقطعه أرضا، وأرسل معه معاوية بن أبي سفيان.

وائل بن حجر کی آمد سن ۹ ہجری کو ہوئی تھی، اس سال کو "عام الوفود" بھی کہتے ہیں (یعنی جس سال کثرت سے وفود آئے تھے.)

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ: لَمَّا افْتَتَحَ رَسُولُ اللہِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ وَفَرَغَ مِنْ تَبُوكَ وَأَسْلَمَتْ ثَقِيفٌ وَبَايَعَتْ، ضَرَبَتْ إِلَيْهِ وُفُودُ الْعَرَبِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ.

قَالَ ابْنُ هِشَامٍ: حَدَّثَنِي أَبُوعُبَيْدَةَ أَنَّ ذَلِكَ فِي سَنَةِ تِسْعٍ وَأَنَّهَا كَانَتْ تُسَمَّى سَنَةَ الْوُفُود.

ثم ذكر وفود العرب إليه، ومن ذلك: وِفَادَةُ وَائِلِ بْنِ حُجْرِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ يَعْمَرَ الْحَضْرَمِيِّ أَبِي هُنَيْدٍ، أَحَدِ مُلُوكِ الْيَمَنِ، عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (البداية والنهاية 7/231–330)

وقال العظيم آبادي رحمه الله: قُدُوم وَائِل بْن حُجْرٍ وَإِسْلَامه كَانَ فِي سنة تِسْع.

قَالَ الْحَافِظ صَلَاح الدِّين الْعَلَائِيّ فِي كِتَابه "تَحْقِيق مُنِيف الرُّتْبَة لِمَنْ ثَبَتَ لَهُ شَرِيف الصُّحْبَة": وَائِل بْن حُجْرٍ وَمُعَاوِيَة بْن الْحَكَم السُّلَمِيُّ وَخَلْق كَثِير مِمَّنْ أَسْلَمَ سَنَة تِسْع وَبَعْدهَا، وَقَدِمَ عَلَى رَسُول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقَامَ عِنْده أَيَّامًا ثُمَّ رَجَعَ إِلَى قَوْمه، وَرَوَى عَنْهُ أَحَادِيث. ("عون المعبود" 13/238).

[وانظر: "الاستيعاب" (4/1562)، "الطبقات الكبرى" (1/262).]

وائل بن حجر اور معاویہ رضی اللہ عنہما کا اصل واقعہ:

حدیث کی معتبر کتب میں یہ واقعہ صرف اتنا منقول ہے کہ جب وائل بن حجر مسلمان ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ علیہ السلام نے ان کو ہدیہ میں ایک زمین عطا فرمائی اور حضرت معاویہ کو ان کے ساتھ روانہ کیا، حضرت معاویہ غریب آدمی تھے، ان کے پاس جوتا نہیں تھا. وائل بن حجر خود واقعہ بیان کرتے ہیں کہ معاویہ نے مجھ سے کہا کہ مجھے اپنے پیچھے سوار کر لیجئے، میں نے کہا کہ تو اس قابل نہیں کہ بادشاہوں کے ساتھ سوار ہو تو معاویہ نے مجھ سے کہا کہ مجھے اپنے جوتے ہی دے دیجئے تو میں نے کہا کہ اونٹنی کے سائے میں چلتے رہو، جب حضرت معاویہ خلیفہ بنے اور میں ان کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے اپنے تخت پر بٹھایا اور مجھے ساری بات یاد دلائی تو میں نے کہا کہ کاش میں آپ کو اپنے آگے سوار کرتا.

حدثنا عبدالله حدثني أبي ثنا حجاج قال أنا شعبة عن سماك بن حرب عن علقمة بن وائل عن أبيه أن رسول الله ﷺ أقطعه أرضا، قال: فأرسل معي معاوية أن أعطها إياه، أو قال أعلمها إياه، قال: فقال لي معاوية: أردفني خلفك؛ فقلت: لا تكون من إرداف الملوك؛ قال فقال: أعطني نعلك؛ فقلت: انتعل ظل الناقة؛ قال: فلما استخلف معاوية أتيته فأقعدني معه على السرير فذكرني الحديث؛ فقال سماك: فقال: وددت اني كنت حملته بين يدي.

[تعليق شعيب الأرنؤوط: إسناده حسن]. (مسند الإمام أحمد بن حنبل)

خلاصہ کلام

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ صحیح واقعہ اسی قدر تھوڑے بہت اضافے کے ساتھ صحیح کتب میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہے لیکن اس قدر طویل مضمون اور گرفتاری اور رہائی کو ذکر کرنا محض جھوٹ اور من گھڑت ہے.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۷ ذوالحجۃ ۱۴۳۹

۱۸ اگست ۲۰۱۸ مکۃ المکرمۃ

تنبیہات سلسلہ نمبر135

حضرت معاویہ کا ابن زبیر کو جواب

سوال: ایک واقعہ بیان میں سنا ہے کہ حضرت زبیر اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان کسی بات پر تنازعہ ہوا جس میں خطوط کا تبادلہ بھی ہوا۔ برائے مہربانی یہ پورا واقعہ اور اس کی اسنادی حیثیت واضح فرمادیجئے۔

الجواب باسمہ تعالی

دراصل یہ واقعہ حضرت معاویہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے درمیان پیش آیا ہے۔

واقعہ کچھ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت معاویہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی زمینیں ایک ساتھ تھیں تو حضرت معاویہ کے غلام ابن زبیر کی زمین کی طرف بار بار نکل آتے تھے، ایک دن ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا:

یہ خط ابن زبیر کی طرف سے معاویہ بن ہند کی طرف (وہ ہند جو کلیجہ چبانے والی ہے)

آپ کے خادم میرے کھیتوں میں نکل آتے ہیں، لہذا ان کو منع کردو ورنہ میرا اور آپ کا معاملہ بہتر نہ ہوگا۔ جب یہ خط معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملا تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ یہ ابن زبیر مجھے دھمکی دے رہا ہے، تمہارا کیا خیال ہے؟ تو یزید نے کہا کہ آپ ایک لشکر بھیجیں جس کا ابتدائی حصہ ابن زبیر کے پاس اور انتہائی حصہ آپ کے پاس ہو اور وہ لشکر ابن زبیر کا سر لے کر آجائے۔ تو حضرت معاویہ نے فرمایا کہ رشتے کو جوڑنا اور صدقہ کرنا اس سے بہتر ہے۔

پھر حضرت معاویہ نے ابن زبیر کو خط لکھا:

یہ خط معاویہ کی طرف سے ابن زبیر کی طرف (جو اسماء ذات النطاقین کا بیٹا) ہے۔

اگر میرے اور تمہارے درمیان دنیا سبب بن رہی ہے تو ساری دنیا آپ کے حوالے کردونگا اور اگر میرے کھیت دمشق سے مدینہ منورہ تک ہوتے تو وہ سب بھی آپ کے حوالے کردیتا۔ جب میرا خط آپ کو پہنچے تو میرے کھیت اور سارے خادم آپ

کے ہیں اسلئے کہ جنت کی چوڑائی زمین اور آسمان کے بقدر ہے. جب ابن زبیر نے یہ خط پڑھا تو بہت روئے اور معافی کیلئے حضرت معاویہ کے پاس چلے گئے.

كان لعبدالله بن الزبير ﷺ مزرعة في المدينة مجاورة لمزرعة يملكها معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنهما خليفة المسلمين في دمشق... وفي ذات يوم دخل عمّال مزرعة معاوية إلى مزرعة ابن الزبير، وقد تكرر منهم ذلك في أيام سابقة؛ فغضب ابن الزبير وكتب لمعاوية في دمشق وقد كان بينهما عداوة قائلاً في كتابه: من عبدالله ابن الزبير إلى معاوية (ابن هند آكلة الأكباد) أمّا بعد! فإنّ عمالك دخلوا إلى مزرعتي، فمرهم بالخروج منها، أو فوالذي لا إله إلا هو ليكوننّ لي معك شأن... فوصلت الرسالة لمعاوية، وكان من أحلم الناس، فقرأها... ثم قال لابنه يزيد: ما رأيك في ابن الزبير أرسل لي يهددني؟ فقال له ابنه يزيد: أرسل له جيشاً أوله عنده وآخره عندك يأتيك برأسه...

فقال معاوية: بل خيرٌ من ذلك...

"زكاةً وأقربَ رُحماً"۔

فكتب رسالة إلى عبدالله بن الزبير يقول فيها: من معاوية بن أبي سفيان إلى عبدالله بن الزبير (ابن أسماء ذات النطاقين): أما بعد! فوالله لو كانت الدنيا بيني وبينك لسلّمتها إليك؛ ولو كانت مزرعتي من المدينة إلى دمشق لدفعتها إليك، فإذا وصلك كتابي هذا فخذ مزرعتي إلى مزرعتك وعمّالي إلى عمّالك؛ فإن جنّة الله عرضها السموات والأرض. فلمّا قرأ الزبير الرسالة بكى حتى بلّ لحيته بالدموع، وسافر إلى معاوية في دمشق وقبّل رأسه، وقال له: لا أعدمك الله حُلماً أحلّك في قريش هذا المحل۔

اس روایت کی اسنادی حیثیت:

یہ واقعہ کسی بھی مستند (صحیح یا ضعیف) روایت یا تاریخ کی مستند کتابوں میں موجود نہیں ہے، اسی لئے مختلف احادیث کی تحقیق کرنے والے مستند اداروں سے جب اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا ہے کہ یہ قصہ کہیں بھی منقول نہیں، البتہ روایات اور واقعات کی صحت کا علم نہ رکھنے والے بعض لوگوں نے اس کو نقل کر دیا ہے۔

أمّا القصّة المذكور في السّؤال، فلا أصل لها في شيء من الكتب الّتي وقفت عليها.

وإنّما جرى ذكرها على ألسنة بعض المحاضرين ممّن ليس لهم عناية بالتّحقيق والتّدقيق في نقل الآثار۔

بلکہ بعض علمائے کرام نے اس کو شیعوں کی کارستانی قرار دیا ہے.

نجزم أنّ القصّة المذكورة في السّؤال إنّما حاك نسيجها الرّافضة (قبّحهم الله)؛ فإنّهم لا همّ لهم إلا نسبة الفظائع والمفاجع إلى معاوية ﷺ وابنه يزيد رحمه الله، فما أحرصَهم على أن يصوّروا يزيد على أنّه لا سبيل لديه إلاّ إرسال الجيوش لمعاتبة بين رجلين.

خلاصہ کلام

یہ واقعہ چونکہ دو ایسے جلیل القدر صحابہ کے درمیان پیش آیا ہے جن کی عمروں میں بھی کافی فرق ہے اور ایک صحابی اس وقت امیر بھی ہیں، لہذا کسی کم عمر صحابی سے اس بات کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ محض زمین کے معاملات پر ایسی سخت گفتگو کریں، لہذا اس واقعے کو بیان کرنا اور اس کی نسبت صحابہ کرام کی طرف کرنا درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۲۱ محرم الحرام ۱۴۴۰

۱۲ اکتوبر ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر 143

حضرت علی نے گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کاٹ دی

سوال: مندرجہ ذیل واقعے کی تحقیق مطلوب ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدنی دور میں (جب وہ مدینہ ہجرت کر چکے تھے، تب) کسی گستاخ شاعر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف گستاخانہ اشعار لکھے۔ صحابہ نے اس گستاخ شاعر کو پکڑ کر بوری میں بند کر کے حضور کے سامنے پھینک دیا. سرکار دوعالم نے حکم دیا کہ اس کی زبان کاٹ دو، تاریخ لرز گئی کہ مکہ میں جو پتھر مارنے والوں کو معاف کرتا تھا، کوڑا کرکٹ پھینکنے والی کی تیارداری کرتا تھا، اسے مدینے میں آ کے آخر ہو کیا گیا۔ بعض صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اس کی زبان کاٹنے کی سعادت حاصل کروں؟ حضور نے فرمایا: نہیں، تم نہیں. تب رسولِ خدا نے حضرت علی کو حکم دیا کہ اس کی زبان کاٹ دو. مولا علی بوری اٹھا کر شہر سے باہر نکلے اور حضرت قنبر کو حکم دیا: جا میرا اونٹ لے کر آ، اونٹ آیا مولا نے اونٹ کے پیروں سے رسی کھول دی اور شاعر کو بھی کھولا اور دوہزار (۲۰۰۰) درہم اس کے ہاتھ میں دیئے اور اس کو اونٹ پہ بٹھایا، پھر فرمایا: تم بھاگ جاؤان کو میں دیکھ لونگا...

اب جو لوگ تماشا دیکھنے آئے تھے وہ بھی حیران رہ گئے کہ یااللہ، حضرت علی نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی، رسول خدا کے پاس شکایت لے کر پہنچ گئے: یارسول اللہ! آپ نے کہا تھا کہ زبان کاٹ دو، علی نے اس گستاخ شاعر کو دو ہزار (۲۰۰۰) درہم دیئے اور آزاد کر دیا، حضور مسکرائے اور فرمایا کہ علی میری بات سمجھ گئے... افسوس ہے کہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئی، وہ لوگ پریشان ہو کر یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ: یہی تو کہا تھا کہ زبان کاٹ دو، علی نے تو کاٹی ہی نہیں...

اگلے دن صبح، فجر کی نماز کو جب گئے تو دیکھا کہ وہ شاعر وضو کر رہا ہے، پھر وہ مسجد میں جا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں چومنے لگتا ہے. جیب سے ایک پرچہ نکال کر کہتا ہے: حضور آپ کی شان میں نعت لکھ کر لایا ہوں...

اور یوں ہوا کہ حضرت علی نے گستاخ رسول کی گستاخ زبان کو کاٹ کر اسے مدحتِ رسالت والی زبان میں تبدیل کر دیا.

(حوالہ: دعائم الاسلام، جلد:2، صفحہ:323)

کیا اس واقعے کی اصل حقیقت اسی طرح ہے؟

الجواب باسمہ تعالی

ہماری تاریخ کا سب سے بڑا المیہ یہ رہا ہے کہ مؤرخین حضرات واقعات کو اپنا مذہبی لبادہ اوڑھانے کی کوشش کرتے ہیں جس سے اصل واقعہ کچھ کا کچھ بن جاتا ہے، پھر رہی سہی کسر کو مقررین اور خطباء پوری کر کے اس واقعے کی اصل شکل کو مسخ ہی کر دیتے ہیں.

سوال میں مذکور واقعہ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہے۔

تاریخ کی کتابوں میں موجود اصل واقعہ:

صحیح مسلم شریف میں اس واقعے کا ابتدائی حصہ منقول ہے جبکہ بقیہ حصہ تاریخ کی کتب میں منقول ہے.

غزوہ حنین کے موقعے پر آپ علیہ السلام نے نو مسلم صحابہ (جن کو **مؤلفة القلوب** کہا گیا) کو غنیمت میں سے کافی زیادہ زیادہ مال دیا جیسے حارث بن ھشام، سہیل بن عمرو، اُبوسفیان، عیینہ بن حصن وغیرہ کو سو سو اونٹ دیئے، جبکہ کچھ صحابہ کو کم مال دیا، انہیں میں سے ایک صحابی عباس بن مرداس کو بھی کم اونٹ ملے تو انہوں نے شکوے کو اشعار کی شکل میں عرض کیا جس کا مفہوم یہ ہے کہ آج جن لوگوں کو ہم پر فوقیت دی گئی یہ لوگ کسی طرح بھی ہم سے بہتر اور اعلی نہیں.

صحیح مسلم کی روایت:

أخرج الإمام مسلم –رحمه الله– في صحيحه عن رافع بن خديج – ﷺ – في تقسيم غنائم يوم حنين – قال: أعطى رسول الله – ﷺ – أبا سفيان بن حرب وصفوان بن أمية وعيينة بن حصن والأقرع بن حابس كل إنسان منهم مائة من الإبل وأعطى عباس بن مرداس دون ذلك فقال عباس بن مرداس:

أتجعل نَهْبي ونهب العُبَيْد ... بين عُيينة والأقرع

فما كان بدر ولا حابس ... يفوقان مرداس في المجمع

وماكنت دون أمرى منهما ... ومن تخفض اليوم لايُرفع

فأْتمّ له رسول الله – ﷺ – مئة

تاریخ طبری کی روایت:

جب آپ علیہ السلام کے سامنے ان اشعار کا تذکرہ آیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی اس کو لے جا کر اس کی زبان بندی کر دے. تو صحابہ کرام نے عباس کو کچھ مال دے کر راضی کر لیا.

قال ابن هشام: وأعطى عباس بن مرداس أباعر، فسخطها فعاتب فيها رسول الله ﷺ. فقال عباس بن مرداس يعاتب رسول الله ﷺ:

اتجعل نهبى ونهب العبيد الخ

قال ابن إسحاق: فقال رسول الله ﷺ: اذهبوا به فاقطعوا عني لسانه، فأعطوه حتى رضي. فكان ذلك قطع لسانه الذي أمر به رسول الله ﷺ. (تاريخ الطبري)

اس واقعے کی طرح کا دوسرا واقعہ:

تهذيب الآثار وتفصيل الثابت عن رسول الله من الأخبار میں دو واقعے مذکور ہیں:

۱. پہلا واقعہ:

ایک شاعر آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے حضرت بلال سے فرمایا اس کی زبان کاٹ دو تو بلال رضی اللہ عنہ نے اس کو چالیس درہم اور ایک جوڑا دیا تو اس نے کہا: خدا کی قسم آپ نے میری زبان کاٹ دی آپ نے میری زبان کاٹ دی.

أتى الشاعر النبي عليه السلام فقال: يا بلال! اقطع عني لسانه فأعطاه أربعين درهما وحلة، فقال: والله قطعت لساني؛ قطعت والله لساني.

۲. دوسرا واقعہ:

ایک شاعر آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی تعریف کی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اے بلال! اس کی زبان کاٹ دے تو وہ دیہاتی سمجھا کہ مجھے سزا ہو گئی، وہ بھاگ دوڑا اور بلال رضی اللہ عنہ اس کو آواز دیتے رہے کہ آپ کیلئے انعام کا اعلان ہوا ہے لیکن وہ بھاگ گیا.

جاء شاعر إلى النبي عليه السلام يمدحه فقال: اقطع لسانه فظن الأعرابي أنه قد أمر بقطع لسانه فقام يعدو فجعل يسعى خلفه ويقول: أمرني رسول الله بخير قال: فمضى أعرابي وتركه.

اس واقعے میں کیا جانے والا سب سے پہلا اضافہ:

اس واقعہ کو مذہبی رنگ اور فضائل علی میں شمار کرنے والی شخصیت ایک اسماعیلی شیعہ عالم قاضی اَبو حنیفہ نعمان بن محمد ہے جنہوں نے یہ واقعہ اپنی کتاب "**دعائم الإسلام وذكر الحلال والحرام والقضايا والأحكام**" میں ذکر کیا ہے اور ان سے یہ روایت **الصحيح من سيرة الإمام علي عليه السلام** میں جعفر مرتضی العاملی نے نقل کیا ہے.

وہی غزوہ حنین کے مال کی تقسیم کا واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کو اللہ کے نبی نے چار یا چالیس اونٹ دیئے جس سے عباس ناراض ہوا اور اس نے اشعار پڑھے تو آپ علیہ السلام نے حضرت علی سے فرمایا کہ اس کی زبان کاٹ دو تو حضرت علی نے عباس کا ہاتھ پکڑا اور عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی مجھے لے کر چل پڑے، میں نے کہا کہ اے علی! کیا آپ میری زبان کاٹیں گے؟ تو حضرت علی نے فرمایا کہ میں وہ کرونگا جس کا مجھے حکم ہوا ہے اور مجھے اونٹوں کے ریوڑ میں لے گئے اور فرمایا کہ چار سے لے کر سو تک اونٹ گن لو۔ عباس کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ آپ لوگ بہت نرم دل اور کرم والے لوگ ہیں، تو حضرت علی نے کہا کہ اللہ کے نبی نے تجھے مہاجرین کی صف میں شامل کر کے چار اونٹ دیئے، اب آپ سو اونٹ لے کر **مؤلفة القلوب** میں ہو جاؤ، میں نے کہا کہ مجھے مشورہ دیجئے تو حضرت علی نے فرمایا کہ جو دیا گیا ہے اس پر راضی ہو جاؤ، میں نے کہا کہ میں راضی ہوں۔

بعض روایات میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس کی زبان کاٹنے کا حکم دیا تو حضرت عمران کی طرف بڑھے تا کہ زبان کاٹ سکیں، تو حضور علیہ السلام نے حضرت علی سے فرمایا: اے علی! تم اٹھ کر اس کی زبان کاٹ دو.
بعض روایات میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے اس کیلئے جوڑا بھجوایا اور سو اونٹ مکمل کئے۔

> قالوا: كان ﷺ قد أعطى العباس بن مرداس أربعاً، وقيل: أربعين من الإبل يوم حنين، فسخطها، وأنشد.....الخ
>
> فقال رسول الله ﷺ لأمير المؤمنين عليه السلام: قم (يا علي) إليه، فاقطع لسانه. قال: فقال العباس بن مرداس: فوالله، لهذه الكلمة كانت أشدّ عليَّ من يوم خثعم، حين أتونا في ديارنا. فأخذ بيدي علي بن أبي طالب، فانطلق بي، ولو أرى أحداً يخلصني منه لدعوته، فقلت: ياعلي! إنك لقاطع لساني؟ قال: إني لممضٍ فيك ما أُمِرْتُ. قال: ثم مضى بي، فقلت: يا علي! إنك لقاطع لساني؟ قال: إني لممض فيك ما أمرت. فما زال بي حتى أدخلني الحظائر، فقال لي: اعتد

ما بين أربع إلى مائة. قال: قلت: بأبي أنتم وأمي، ما أكرمكم، وأحلمكم، وأعلمكم! قال: فقال: إن رسول الله ﷺ أعطاك أربعاً، وجعلك مع المهاجرين. فإن شئت فخذ المائة، وكن مع أهل المائة.

قال: قلت: أشر عليّ. قال: فإني آمرك أن تأخذ ما أعطاك، وترضى قلت: فإني أفعل.

وذكروا في توضيح ما جرى: أن النبي ﷺ لما قال: اقطعوا عني لسانه، قام عمر بن الخطاب، فأهوى إلى شفرة كانت في وسطه ليسلها، فيقطع بها لسانه. فقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم لأمير المؤمنين عليه السلام: قم أنت فاقطع لسانه.

وقد ذكروا كذلك: أن النبي ﷺ أرسل إليه بحلة.

وفي رواية: فأتم له رسول الله ﷺ مائة.

اقطعوا لسانه:

عرب جب کسی شخص کی زبان بندی کرنا چاہتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ اس کی زبان کاٹ دو (یعنی کچھ انعام اکرام کرکے اس کی زبان جو چل رہی ہے اس کو بند کردو)۔

إن كلمة (اقطعوا لسانه) من الكلمات الشهيرة عند العرب فهم يقطعون اللسان، اى لسان الحاقد أو لسان اللحوح بالعطاء فيجعلون مالهم دون عرضهم.

وهذا القول قد روي أن الرسول صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم قاله عن العباس بن مرداس، عندما قال: (اقطعوا عني لسانه) وذلك عندما أكثر الشكوى عن نصيبه من غنائم حنين.

جملہ "اقطعوا لسانه" کی اسنادی حیثیت:

علامہ عراقی کہتے ہیں کہ یہ جملہ کسی بھی مستند کتاب میں موجود نہیں ہے بلکہ ابن اسحاق نے بغیر سند کے اس کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

قال الحافظ العراقي رحمه الله: "وأما زيادة "اقطعوا عني لسانه" فليست في شيء من الكتب المشهورة، وذكرها ابن إسحاق في السيرة بغير إسناد.

عباس بن مرداس کی معذرت:

بعض روایات میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم نے میرے بارے میں اشعار پڑھے؟ تو عباس نے معذرت کی اور عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان اشعار میری زبان پر چیونٹیوں کی طرح رینگتے ہیں اور مجھے کاٹتے ہیں تو میں اشعار پڑھنے پر مجبور ہو جاتا ہوں.

وقد عاتبه الرسول قائلاً: أتقول فيّ الشعر؟ فاعتذر وقال: بأبي أنت وأمي إني لأجد للشعر دبيباً على لساني كدبيب النمل ثم يقرصني كما يقرص النمل فلا أجد بدا من قول الشعر فتبسم الرسول، وقال: لا تدع العرب الشعر حتى تدع الأبل الحنين.

خلاصہ کلام

سوال میں مذکور واقعہ کسی بھی مستند صحیح یا ضعیف سند سے کہیں بھی منقول نہیں بلکہ شیعوں کی کتابوں میں منقول ایک غیر مستند واقعے کو موجودہ زمانے کے خطباء نے یہ شکل دی ہے لہذا اس واقعے کی نسبت آپ علیہ السلام کی طرف کرنا اور پھیلانا درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ
یکم نومبر ۲۰۱۸

تنبیہات سلسلہ نمبر 225

حضرت معاویہ اور خلافت

سوال: گذشتہ روز محمد علی مرزا کی ایک کلپ دیکھی جس میں وہ بتا رہا تھا کہ حضرت معاویہ نے ایک مجلس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ تم سے اور تمہارے باپ (عمر رضی اللہ عنہ) سے زیادہ ہم اس خلافت کے حقدار ہیں.

اسی طرح ایک صحابی نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے کہا کہ معاویہ ہمیں لوگوں کو قتل کرنے اور مال لوٹنے کا حکم دیتا ہے. (مسلم شریف)

کیا یہ دونوں روایات درست ہیں؟ نیز اس کا مطلب بھی واضح فرمادیجئے؟

الجواب باسمہ تعالی

واضح رہے کہ کسی بھی حدیث کی تشریح کیلئے محدثین کرام کی طرف رجوع کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اس روایت کا کیا مفہوم بیان کیا ہے.

۱. پہلی روایت:

بخاری شریف کی روایت میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان تحکیم کا معاملہ ہونا تھا تو مجھے بھی بلایا گیا، میں مشورے کیلئے اپنی بہن حضرت حفصہ کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے شرکت کا مشورہ دیا، جب میں وہاں گیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے تقریر کی اور کہا کہ اس معاملے کے ہم ہر شخص سے زیادہ حقدار ہیں اور اس کے باپ سے بھی زیادہ حقدار ہیں.

ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں جواب دوں کہ اس معاملے کا حقدار وہ ہے جس نے تجھ سے اور تیرے باپ سے اسلام کیلئے لڑائی کی (یعنی حضرت علی)

أخرج البخاري في صحيحه عن ابن عمر قال: دخلت على حفصة قلت: قد كان من أمر الناس ما ترين فلم يجعل لي من الأمر شيء فقالت: اِلحَق فإنهم ينتظرونك وأخشى أن يكون

احتباسك عنهم فرقة، فلم تدعه حتى ذهب، فلما تفرق الناس خطب معاوية قال: من كان يريد أن يتكلم في هذا الأمر فليطلع لنا قرنه، فلنحن احق به منه ومن أبيه.
قال حبيب ابن مسلمة: فهلا أجبته؟ قال عبدالله: فحللت حبوتي وهممت أن أقول: أحق بهذا منك من قاتلك وأباك على الإسلام فخشيت أن أقول كلمة تفرق بين الجمع وتسفك الدم ويحمل عني غير ذلك، فذكرت ما أعد الله في الجنان. قال حبيب: حفظت وعصمت.

وہ کونسا معاملہ ہے جس کے حقدار ہونے کا دعوی معاویہ رضی اللہ عنہ کر رہے تھے؟ خلافت یا قصاصِ عثمان:

علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں معاویہ کو برقرار رکھتا ہوں کیونکہ وہ حضرت عثمان کا ولی ہے، ان کے خون کا مطالبہ کرنے والا ہے اور اس معاملے (یعنی قصاص) کا زیادہ حقدار ہے... تو معاویہ نے تقریر کر کے کہا کہ جو اس قصاص کے معاملے میں ہم سے بحث کرنا چاہتے ہیں ہم اس میں ان سے زیادہ حقدار ہیں.

وَجَاء عَمْرو فَقَامَ مقَامه، فَحَمدَ الله وَأثْنى عَلَيْهِ، ثمَّ قَالَ: هَذَا قد قَالَ مَا سَمِعْتُمْ، وَأَنه قد خلع صَاحبه، وَإِنِّي قد خلعته كَمَا خلعه، وَأثبت صَاحِبي مُعَاوِيَة، فَإِنَّهُ ولي عُثْمَان بن عَفَّان والمطالب بدمه وَهُوَ أَحَق النَّاس، فَلَمَّا انْفَصل الْأَمر على هَذَا خطب مُعَاوِيَة..... إِلَخ. (عمدة القاري، شرح صحيح البخاري)
فهنا واضح معنى قول معاوية: "فَلَنَحْنُ أَحَقُّ بِهِ مِنْهُ ومِنْ أَبِيهِ" وهو: "فَإِنَّهُ ولي عُثْمَان بن عَفَّان والمطالب بدمه".

علامہ جوینی کہتے ہیں:

معاویہ رضی اللہ عنہ نے اگرچہ حضرت علی سے لڑائی کی لیکن انہوں نے کبھی بھی نہ ان کی خلافت کا انکار کیا اور نہ ہی کبھی اپنے لئے خلافت کا دعوی کیا، بس وہ تو حضرت عثمان کے قاتلوں کو چاہتے تھے اور یہی ان سے خطا ہوئی.

يقول إمام الحرمين الجويني في لمع الأدلة: إن معاوية وإن قاتل علياً فإنه لا ينكر إمامته ولا يدعيها لنفسه، وإنما كان يطلب قتلة عثمان ظناً منه أنه مصيب، وكان مخطئاً. (لمع الأدلة في عقائد أهل السنة للجويني، ص:115).

شیعوں کی مشہور کتاب "نہج البلاغہ" میں حضرت علی کا قول منقول ہے کہ:

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل شام کے درمیان اگرچہ جنگ ہوئی لیکن ہمارا رب ایک ہے، ہمارا دین ایک ہے، بس اختلاف تو صرف عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص پر ہے اور ہم اس کے خون کے الزام سے بری ہیں.

وَكَانَ بَدْءُ أَمْرِنَا أَنَّا الْتَقَيْنَا وَالْقَوْمُ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ، وَالظَّاهِرُ أَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَنَبِيَّنَا وَاحِدٌ، وَدَعْوَتَنَا فِي الإِسْلاَمِ وَاحِدَةٌ، وَلاَ نَسْتَزِيدُهُمْ فِي الإِيمَانِ بِاللهِ وَالتَّصْدِيقِ بِرَسُولِهِ، وَلاَ يَسْتَزِيدُونَنَا؛ والأَمْرُ وَاحِدٌ إِلاَّ مَا اخْتَلَفْنَا فِيهِ مِنْ دَمِ عُثْمانِ، وَنَحْنُ مِنْهُ بَرَاءَ! (نهج البلاغة)

دو مشہور صحابہ ابو درداء اور ابو امامہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم معاویہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آپ علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کر رہے ہیں جبکہ ان کا اسلام مقدم، ان کا مرتبہ آپ سے بلند، اور وہ خلافت کے زیادہ حقدار ہیں... تو معاویہ رضی اللہ نے جواب دیا کہ ہماری لڑائی قصاص عثمان پر ہے کیونکہ قاتلین عثمان ان کے پاس ہیں، بس وہ ان سے بدلہ لے لیں پھر سب سے پہلے میں بیعت کرونگا.

ويورد ابن كثير في البداية والنهاية (360/7)، عن ابن ديزيل [هو إبراهيم بن الحسين بن علي الهمداني المعروف بابن ديزيل الإمام الحافظ (ت 281 هـ) انظر: تاريخ دمشق (387/6) وسير أعلام النبلاء (184/13–192) ولسان الميزان لابن حجر (48/1)] بإسناد إلى أبي الدرداء وأبي أمامة رضي الله عنهما، أنهما دخلا على معاوية فقالا له: يا معاوية! علام تقاتل هذا الرجل؟ فوالله إنه أقدم منك ومن أبيك إسلاماً، وأقرب منك إلى رسول الله ﷺ وأحق بهذا الأمر منك. فقال: أقاتله على دم عثمان، وأنه آوى قتلة عثمان، فاذهبا إليه فقولا: فليقدنا من قتلة عثمان ثم أنا أول من أبايعه من أهل الشام.

ابن حجر ہیتمی لکھتے ہیں:

حضرت علی اور حضرت معاویہ کی جنگ خلافت کے معاملے پر نہیں تھی کیونکہ اس کے حقدار تو بالاتفاق حضرت علی ہی تھے، دراصل جنگ کی وجہ قصاص عثمان تھی.

ويقول ابن حجر الهيتمي في الصواعق المحرقة (ص: 325): ومن اعتقاد أهل السنة والجماعة أن ما جرى بين معاوية وعلي رضي الله عنهما من الحرب، لم يكن لمنازعة معاوية لعلي في الخلافة

للإجماع على أحقيتها لعلي... فلم تهج الفتنة بسببها، وإنما هاجت بسبب أن معاوية ومن معه طلبوا من علي تسليم قتلة عثمان إليهم لكون معاوية ابن عمه، فامتنع علي...

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ نے کبھی بھی حضرت علی کی زندگی میں نہ تو خلافت کا دعوی کیا اور نہ ہی اس پر لوگوں سے بیعت لی.

شيخ الإسلام فيقول: بأن معاوية لم يدّع الخلافة ولم يبايع له بها حتى قتل علي، فلم يقاتل على أنه خليفة، ولا أنه يستحقها، وكان يقر بذلك لمن يسأله. (مجموع الفتاوى:72/35)

خلاصہ تحقیق:

حضرت معاویہ کا مقصود اس معاملے سے قصاص عثمان تھا نہ کہ خلافت، چہ جائیکہ وہ اپنے آپ کو حضرت عمر سے افضل قرار دیں.

۲. دوسری حدیث:

یہ روایت واقعی مسلم شریف میں ہے لیکن پورا واقعہ شارح مسلم علامہ نووی نے کس طرح نقل کیا.

واقعہ حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے روایت نقل کی کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب ایک خلیفہ مقرر ہو جائے اور دوسرا شخص آجائے جو خلافت کا دعوے دار ہو تو اس کی گردن مار دو.

قَوْلُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ فَاضْرِبُوا عُنُقَ الْآخَرِ" مَعْنَاهُ: ادْفَعُوا الثَّانِيَ فَإِنَّهُ خَارِجٌ عَلَى الْإِمَامِ، فَإِنْ لَمْ يَنْدَفِعْ إِلَّا بِحَرْبٍ وَقِتَالٍ فَقَاتِلُوهُ فَإِنْ دَعَتِ الْمُقَاتَلَةُ إِلَى قَتْلِهِ جَازَ قَتْلُهُ وَلَا ضَمَانَ فِيهِ لِأَنَّهُ ظَالِمٌ مُتَعَدٍّ فِي قوله.

تو ایک شخص نے کہا کہ یہ معاویہ بھی تو ہمیں لوگوں کو قتل کرنے اور مال لوٹنے کا حکم دیتا ہے.

فقلت له: هذا بن عَمِّكَ مُعَاوِيَةُ يَأْمُرُنَا أَنْ نَأْكُلَ أَمْوَالَنَا بَيْنَنَا بِالْبَاطِلِ وَنَقْتُلَ أَنْفُسَنَا، وَاللهُ تَعَالَى يَقُولُ: {وَلَا تَأْكُلُوا أموَالَكُم بَينَكم بِالبَاطِلِ...} إِلَى آخِرِهِ

شارح مسلم علامہ نووی لکھتے ہیں:

یہ قائل اس روایت سے یہ سمجھا کہ جو حدیث آپ بیان کر رہے ہیں یہ تمام صفات تو حضرت معاویہ میں بھی موجود ہیں کیونکہ وہ حضرت علی سے لڑ رہے ہیں اور وہ مال واسباب جو وہ لوگ خرچ کر رہے ہیں گویا باطل مال کا خرچ کرنا ہے.

الْمَقْصُودُ بِهَذَا الْكَلَامِ أَنَّ هَذَا الْقَائِلَ لَمَّا سَمِعَ كَلَامَ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ... وَذِكْرَ الْحَدِيثِ فِي تَحْرِيمِ مُنَازَعَةِ الْخَلِيفَةِ الْأَوَّلِ وَأَنَّ الثَّانِيَ يُقْتَلُ فَاعْتَقَدَ هَذَا الْقَائِلُ هَذَا الْوَصْفَ فِي

مُعَاوِيَةَ لِمُنَازَعَتِهِ عَلِيًّا رَضِيَ اللہ عَنْهُ وَكَانَتْ قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَةُ عَلِيٍّ فَرَأَى هَذَا أَنَّ نَفَقَةَ مُعَاوِيَةَ عَلَى أَجْنَادِهِ وَأَتْبَاعِهِ فِي حَرْبِ عَلِيٍّ وَمُنَازَعَتِهِ وَمُقَاتَلَتِهِ إِيَّاهُ مِنْ أَكْلِ الْمَالِ بِالْبَاطِلِ وَمِنْ قَتْلِ النَّفْسِ لِأَنَّهُ قِتَالٌ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَا يَسْتَحِقُّ أَحَدٌ مَالًا فِي مُقَاتَلَتِهِ.

(شرح مسلم للنووی)

خلاصۃ التحقیق:

گویا کہ حدیث کو سن کر عبد الرحمن بن عبد رب الکعبہ یہ سمجھا کہ شاید اس روایت کے مصداق معاویہ رضی اللہ عنہ بن سکتے ہیں، نہ کہ وہ حضرت معاویہ کو لٹیرا، ڈاکو یا قاتل سمجھ رہے تھے۔

فتنہ محمد علی مرزا:

شروع میں اس شخص کی باتوں کو بندہ نے کافی سپورٹ کیا تھا کیونکہ علمی باتیں لگ رہی تھیں لیکن آہستہ آہستہ اس نے حُبّ آل رسول کی آڑ میں اکابر صحابہ کرام جیسے حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم وغیرہ پر طعن و تشنیع شروع کر دی جس سے اس کی رافضیت کھل کر سامنے آگئی اور ہر روز اس شخص کا جہل اور محض اردو ترجمے کے سہارے چلنا واضح ہو رہا ہے، یہ شخص حقیقی علم سے کوسوں دور ہے۔

☆ تمام مسلمانوں کو اس بات کی تلقین کی جاتی ہے کہ وہ اس فتنے سے دور رہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں اس کی باتیں نہ سنیں۔

خلاصہ کلام

مشاجراتِ صحابہ (یعنی صحابہ کرام کے اختلافات اور لڑائیاں) ایک بہت ہی نازک باب ہے، اس معاملے میں جس قدر احتیاط کی جائے وہی بہتر ہے کہ اس نازک موضوع کو چھیڑ کر کسی ایک صحابی کو مجرم قرار دیا جائے۔

محمد علی مرزا نے جن دو روایات کو بیان کر کے حضرت معاویہ کو مجرم بنانے کی کوشش کی ہے وہ علمی خیانت ہے، اللہ تبارک وتعالی اس فتنے سے تمام امت کی حفاظت فرمائے۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۲۵ ستمبر ۲۰۱۹ کراچی

تنبیہات سلسلہ نمبر 277

حق چار یار

سوال : مندرجہ ذیل مضمون کے بارے میں آپ کی رائے اور تحقیق مطلوب ہے...

حق چار یار کے نعرے کو فروغ دینا معمولاتِ اہلِ سنت نہیں ہے. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یار کہنا کیسا ہے؟ کیا کوئی صحابی حضور کا یار ہے؟ یا کسی صحابی کو رسول اللہ کا یار کہا جاسکتا ہے؟

یار کیلئے عربی میں خلیل کا لفظ بولا جاتا ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مسئلہ حل فرمادیا..

حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَابَكْرٍ وَلَكِنْ أَخِي وَصَاحِبِي."

ترجمہ: اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو یار بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن وہ میرے دینی بھائی اور صحابی ہیں (یعنی صحبت یافتہ)...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیل یعنی یار ہونے کی نفی کردی، فقط دینی بھائی اور صحبت یافتہ مانا ہے. جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یار نہیں کہلائے جاسکتے تو باقی کون صحابی ہوسکتا ہے جسے یار کہا جاسکے، پس نعرہ حق چار یار اس صحیح حدیث سے متعارض ہے.

پس ان احادیث سے ثابت ہوا کہ صحابیت کا معنی یاری نہیں اور رسول اللہ کی خلت یعنی یاری فقط اللہ کے ساتھ ہے.

صحابی کا معنی ساتھی ہے یار نہیں، اسی لئے ابو بکر کے خلیل ہونے کی نفی آئی ہے.

صحابہ کرامؓ اور خلفائے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ قال: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللهَ جَلَّ وَعَلا اخْتَارَ أَصْحَابِی عَلَى جَمِيعِ الْعَالَمِينَ سِوَى النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ، وَاخْتَارَ مِنْ أَصْحَابِي أَرْبَعَةً: أَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيًّا رِضْوَانُ اللہ عَلَيْهِمْ، فَجَعَلَهُمْ أَصْحَابِي". (رواہ البزار، رجاله ثقات، مجمع الزوائد: ج: ١٠، ص: ١٦)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ بیشک میرے صحابہ کو اللہ تعالیٰ نے سارے جہاں والوں میں سے پسند فرمایا ہے سوائے انبیاء اور رسولوں کے، اور پسند کیا میرے لئے میرے صحابہ میں سے چار کو، (جو) ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضوان اللہ علیہم (ہیں)، بس بنا دیا ان کو میرے ساتھی.

اس روایت میں صحابی سے مراد ساتھی ہے یار نہیں.

اس مضمون کو طوالت کی وجہ سے کچھ مختصر کیا گیا ہے ...

الجواب باسمہ تعالی

سوال میں مذکور مضمون درست نہیں اور اس کی کئی وجوہات ہیں:

۱ . پہلی وجہ:

لفظ یار کا معنی خلیل سے کرنا اور اردو میں صحابہ کیلئے اس کے استعمال کو غلط قرار دینا کسی بھی لغت کے اعتبار سے درست نہیں.

خلیل کے لغوی اور اصطلاحی معنی :

خَلِیْلًا: گہرا دوست۔ خُلَّت کے معنی ہیں غیر سے مُنقطع ہو جانا، یہ اس گہری دوستی کو کہا جاتا ہے جس میں دوست کے غیر سے اِنقِطاع ہو جائے۔

ایک معنٰی یہ بھی ہے کہ خلیل اس محب کو کہتے ہیں جس کی محبت کامل ہو اور اس میں کسی قسم کا خَلَل اور نقصان نہ ہو. یہ معنٰی حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں پائے جاتے ہیں۔

حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خلیل بھی ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے.. نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا خلیل بنایا اسی طرح مجھے بھی اپنا خلیل بنایا ہے۔ (مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب النھی عن بناء المساجد علی القبور۔۔۔ الخ، ص۲۷۰، الحدیث:۲۳(۵۳۲)

تعریف الخُلّۃ :

ابن اثیر کہتے ہیں کہ خلیل اس دوست کو کہتے ہیں جس کی دوستی اور محبت دلوں میں پیوست ہو گئی ہو .

قال ابن الأثير: الخُلة بالضم: الصداقة والمحبة التي تخللت القلب، فصارت خلاله؛ أي: في باطنه.

گویا خلیل کا معنی اردو میں یار سے کیا جاسکتا ہے، لیکن رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس محبت کو اللہ تبارک و تعالی کیلئے خاص کر دیا تھا.

لفظ یار کیلئے قرآن مجید میں مستعمل لفظ :

خِدْنُ[عام](اسم)= دوست، یار، ساتھی. (۲) ہم راز، یارِ غار، گہرا دوست (مذکر و مؤنث دونوں کے لئے) ج: أخدان.

قرآن پاک میں ہے: {وآتوھن اجورھن بالمعروف محصنات غیر مسافحات ولا متخذات اخدان} دوسری جگہ ہے: {ولا متخذی اخدان} کہ یہ عورتیں یار نہ بنائیں.

ھو خِلْصِيْ[عام] (اسم): وہ میرا یارِ غار ہے

۲ . **دوسری وجہ:**

صحابہ کرام کا آپ علیہ السلام کیلئے لفظ "خلیل" استعمال کرنا :

۱ . ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی کہ مرتے دم تک انکو نہ چھوڑوں: ہر مہینے کے تین روزے، چاشت کی نماز، اور سونے سے پہلے وتر .

۲ . ابوذر غفاری فرماتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل نے سات چیزوں کا حکم دیا...الخ

عن أبي هريرة ﷺ قال: أوصاني خليلي بثلاث لا أدعهن حتى أموت: صوم ثلاثة أيام من كل شهر، وصلاة الضحى، ونوم على وتر. (رواه البخاري:1124، ومسلم:721).

أمَرَني خَليلي صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ بسَبعٍ: أمَرَني بحُبِّ المَساكينِ، والدُّنُوِّ منهم، وأمَرَني أنْ أنظُرَ إلى مَن هو دوني، ولا أنظُرَ إلى مَن هو فَوْقي، وأمَرَني أنْ أصِلَ الرحِمَ وإنْ أدبَرَتْ، وأمَرَني ألَّا أسأَلَ أحَدًا شيئًا، وأمَرَني أنْ أقولَ بالحقِّ، وإنْ كان مُرًّا، وأمَرَني ألَّا أخافَ في اللهِ لَومةَ لائمٍ، وأمَرَني أنْ أُكثِرَ من قولِ: لا حَولَ ولا قُوَّةَ إلَّا باللهِ؛ فإنَّهُنَّ من كَنزٍ تحتَ العَرشِ.

–الراوي: أبوذر الغفاري.

–المحدث: شعيب الأرناؤوط.

–المصدر: تخريج المسند.

–الصفحة أو الرقم: 21415.

–خلاصة حكم المحدث: صحيح

صحابی نے آپ علیہ السلام کو خلیل اس لئے کہا کہ وہ آپ علیہ السلام سے اپنی محبت کی شدت کو بیان کرنا چاہتے تھے۔

قولَه: "خليلي" مكانَ رسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ؛ إظهارًا لغايةِ تعطُّفِه وحبِّه الشديدِ للنبيِّ صلَّى الله عليه وسلم.

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ صحابی نے آپ علیہ السلام کو خلیل کہا کیونکہ وہ آپ علیہ السلام کے ساتھ اپنے تعلق پر فخر کرنا چاہتے تھے اور اہل اللہ کی صحبت واقعی باعث افتخار ہے بشرطیکہ اس میں خود کی بڑائی مقصود نہ ہو۔

وقوله: "خليلي". قال الحافظ ابن حجر في فتح الباري: ويؤخذ منه الافتخار بصحبة الأكابر، إذا كان ذلك على معنى التحدث بالنعمة والشكر لله لا على وجه المباهاة.

حدیث اور صحابی کے قول میں تعارض:

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ صحابی کا خلیل کہنا آپ علیہ السلام کی حدیث سے متعارض نہیں کیونکہ آپ علیہ السلام نے خود کسی کو خلیل بنانے سے منع فرمایا(یعنی کہ میں دنیا میں کسی کو خلیل نہیں بناؤنگا)لیکن کوئی مجھے خلیل بنائے اس سے منع نہیں فرمایا۔۔ گویا ابوہریرہ اور ابوذر رضی اللہ عنہما یہ بتارہے ہیں کہ ہمارے دل میں آپ علیہ السلام کی محبت پیوست ہوچکی اور آپ علیہ السلام ہمارے خلیل بن چکے۔

وليس في قول أبي هريرة ﷺ تعارض مع قوله عليه الصلاة والسلام: "لو كنت متخذا من أمتي خليلا لاتخذت أبابكر خليلا، ولكن صاحبكم خليل الله". (متفق عليه) لأن أباهريرة لم يُخبر أن النبي ﷺ اتَّخَذه خليلا، ولكنه يُخبر عن نفسه أن النبي ﷺ خليله، أي أن الخُلّة مِن جِهة أبي هريرة ﷺ.

۳. تیسری وجہ:

اردو زبان میں لفظ "یار" کا استعمال:

اردو لغات میں یار کا معنی دوست، ساتھی کے کیا گیا ہے۔

مطلب کا آشنا، دوست، ساتھی، یار

خلاصہ کلام

مضمون نگار نے اس بات پر زور دیا تھا کہ لفظ یار اور خلیل کا معنی ایک ہے اور آپ علیہ السلام نے کسی انسان کیلئے اس لفظ کو استعمال نہیں فرمایالہذا ہم بھی کسی کو آپ علیہ السلام کا یار نہ کہیں.

اس بات سے بلکل بھی اتفاق نہیں کیونکہ ہر زبان کی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں جن کی بنیاد پر کچھ الفاظ کو استعمال کیا جاتا ہے.

اردو زبان میں یار کا استعمال بہت قریبی ساتھی اور جگری دوست کیلئے ہوتا ہے اور چاروں خلفائے راشدین آپ علیہ السلام کے قریبی ساتھی تھے،لہذا چار یار کا لفظ استعمال کرنا کسی صورت بھی غلط نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ:عبدالباقی اخونزادہ

۲۵ فروری ۲۰۲۰ کراچی

تنبیہات سلسلہ نمبر 275

شیعوں کی روایات کی حیثیت

سوال : محترم مفتی صاحب!

عموماعلمائے کرام کے بیانات اور تحریروں اور آپ کی تحقیقات میں کثرت سے یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ جس روایت کو شیعوں نے نقل کیا ہو آپ حضرات اس کی سند کی تحقیق بھی گوارا نہیں کرتے اور اس پر من گھڑت کا حکم لگا دیتے ہیں، اس کی بنیادی وجہ کیا ہے؟ برائے مہربانی اسکی وضاحت فرمادیجئے...

(سائل: عظیم خان، کراچی)

الجواب باسمہ تعالی

علم الرجال اور احادیث کے متن اور سند پر کلام کے اصول متقدمین اور متأخرین علمائے کرام نے مقرر کر دیئے ہیں.

موجودہ زمانے میں اس علم پر کام کرنے والا محض ناقل ہوتا ہے، ان کی اپنی ذاتی کوئی رائے نہیں ہوتی.

اسی لئے آج کے زمانے کا ہر شخص کسی بھی روایت کے سند یا متن پر اپنی رائے سے کوئی حکم نہیں لگا سکتا بلکہ اس حکم کیلئے متقدمین اور متأخرین محدثین کے آراء پیش کرنا لازم ہے ورنہ اس شخص کی رائے اور تحقیق قابل قبول نہیں ہوگی.

اہل بدعت کی روایات قبول کرنے اور نہ کرنے کے متعلق اصول :

شیخ علوان نے اہل بدعت کی روایات کے متعلق علماء کے مختلف اقوال نقل کئے ہیں :

قال الشيخ العلوان في شرحه للموقظة:

مذاهب العلماء في حكم رواية المبتدع مختلفة:

۱. پہلا قول:

جس بدعتی کو اس کے کفر کی وجہ سے کافر کہا جائے اس کی روایات قابل قبول نہیں.

المذهب الأول: من كُفِّرَ ببدعته، فهذا لا يحتج به، على خلاف بين العلماء في الأمور المكفِّرة.

۲ . دوسرا قول:

کسی بدعتی کی روایت بلکل قبول نہیں کی جائے گی، یہ ابن سیرین وغیرہ کا قول ہے۔

المذهب الثاني: لا تقبل رواية المبتدع مطلقاً، وهذا مذهب ابن سيرين، ويُحكى عن مالك، وابن عيينة، والحميدي، وآخرين.

۳ . تیسرا قول:

وہ بدعتی جو جھوٹا نہ ہو اس کی روایات قبول کی جائیں گی۔

المذهب الثالث: يرخص برواية المبتدع مطلقاً، ما لم يتهم بالكذب.

۴ . چوتھا قول:

اگر بدعتی اپنی بدعت کی تائید والی روایات نقل نہیں کرتا تو اس کی روایات قابل قبول ہیں۔

المذهب الرابع: يُخَرَّجُ للمبتدع، ما لم يكن داعية وهذا يُحكَى عن ابن المبارك، وابن مهدي، وقول لأحمد، وهو مذهب ابن حبان رحمه الله في مقدمة صحيحه.

۵ . پانچواں قول:

غالی قسم کے بدعتی کی روایات قبول نہیں کی جائیں گی۔

المذهب الخامس: تُجتَنب رواية الغلاة، سواء كانوا دعاةً أم لا، ويروى عن غيرهم.

٦ . چھٹا قول:

وہ بدعتی جو کافر نہیں اس کی روایات قبول کی جائیں گی بشرطیکہ وہ اپنی بدعت کی تائید کی روایات نقل نہ کرے۔

المذهب السادس: يروى عن المبتدع، الذي لا تخرجه بدعته عن الإسلام، ما لم يكن داعيةً، أو يروي ما يؤيد بدعته.

۷ . ساتواں قول:

جو بدعتی کافر نہ ہو اور اس فرقے کی بنیاد جھوٹ پر نہ ہو تو ان کی روایات قبول کی جائیں گی لیکن روافض کی روایات قبول نہ ہونگی۔

المذهب السابع: يروى عن كل مبتدع، ما لم تخرجه بدعته عن الإسلام، وما لم يكن الأصل في أهل البدعة الكذب، كغلاة الرافضة. وهذا أقرب الأقوال إلى الصواب.

محدثین کے ہاں شیعہ کے مختلف مراتب :

۱ . حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ متقدمین کے ہاں شیعہ وہ شخص کہلاتا تھا جو حضرت علی کو حضرت عثمان اور دیگر صحابہ سے افضل قرار دیتا تھا اور یہ کہ حضرت علی حق پر تھے جبکہ ان کے مخالف غلطی پر تھے، لیکن حضرات شیخین کی تقدیم مانتے تھے .

قال الحافظ رحمه الله: التشيع في عرف المتقدمين هو اعتقاد تفضيل علي على عثمان وأن عليا كان مصيبا في حروبه وأن مخالفه مخطئ مع تقديم الشيخين وتفضيلهما.

۲ . آگے لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص باوجود ورع اور تقوی کے اس بات کا دعوی کرتا کہ حضرت علی آپ علیہ السلام کے بعد سب سے افضل تھے تو اس بات کی وجہ سے اس کی روایات رد نہیں کی جاتی تھیں خصوصا جبکہ وہ اس بات کی طرف دعوت دینے والا نہ ہو .

وربما اعتقد بعضهم أن عليا أفضل الخلق بعد رسول الله ﷺ؛ وإذا كان معتقد ذلك ورعا دينا صادقا مجتهدا فلا ترد روايته بهذا لاسيما إن كان غير داعية.

۳ . آگے لکھتے ہیں کہ متأخرین کے ہاں شیعیت نام ہے روافض کا جن کی روایات کسی صورت بھی قابل قبول نہیں .

وأما التشيع في عرف المتأخرين فهو الرفض المحض، فلا تقبل رواية الرافضي الغالي ولا كرامة. (تهذيب التهذيب:81/1).

۴ . امام ذہبی کہتے ہیں کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) بدعت صغری، جیسے غالی شیعہ (جو تفضیل علی کے قائل ہوں) یہ لوگ تابعین اور تبع تابعین میں بہت تھے، ان کی روایات مطلقارد نہیں کی جاسکتیں.

(۲) بدعت کبری، جیسے رافضی کامل جو شیخین کے درجے کو کم کرے، اور اس بات کی دعوت دے، ایسے لوگوں کی روایات بلکل قبول نہیں کی جائینگی.

وقال الإمام الذهبي رحمه الله: البدعة على ضربين: فبدعة صغرى: كغلو التشيع، أو كالتشيع بلا غلو ولا تحرف، فهذا كثير في التابعين وتابعيهم مع الدين والورع والصدق، فلو رد حديث هؤلاء لذهب جملة من الآثار النبوية، وهذه مفسدة بينة.

ثم بدعة كبرى: كالرفض الكامل والغلو فيه، والحط على أبي بكر وعمر رضي الله عنهما، والدعاء إلى ذلك، فهذا النوع لا يحتج بهم ولا كرامة.

۵ . ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ سلف کے زمانے میں غالی شیعہ وہ ہوتا تھا جو حضرت علی کے مقابلے میں آنے والے صحابہ کرام کو غلط کہتا تھا اور ان کے بارے میں زبان درازی کرتا تھا، جبکہ ہمارے زمانے میں غالی شیعہ (روافض) وہ ہوتا ہے جو ان حضرات کو کافر کہے اور حضرات شیخین سے براءت کا اعلان کرے، ایسا شخص گمراہ ہے .

فالشيعي الغالي في زمان السلف وعرفهم هو مَن تَكَلَّم في عثمان والزبير وطلحة ومعاوية وطائفة ممن حارب عليا رضى الله عنه، وتعرض لسبهم.

والغالي في زماننا وعرفنا هو الذي يكفر هؤلاء السادة، ويتبرأ من الشيخين أيضا، فهذا ضال معثَّر. (ميزان الاعتدال: 1/5–6).

شیعہ (روافض) کے بارے میں علماء کی رائے :

قال شيخ الإسلام ابن تيمية: ومن تأمل كتب الجرح والتعديل المصنفة في أسماء الرواة والنقلة وأحوالهم، مثل كتب يحيى بن معين، والبخاري، وابن عدى والدارقطنى وغيرهم، وأمثال هؤلاء الذين هم جهابذةٌ ونقادٌ، وأهلُّ معرفةٍ بأحوال الإسناد، رأى المعروف عندهم الكذبَ في الشيعة أكثر منهم في جميع الطوائف. (منهاج السنة النبوية:1/18).

۲ . امام مالک فرماتے ہیں کہ روافض سے نہ تو بات کرو نہ ہی ان سے روایات نقل کرو .

قال الإمام مالك، وقد سئل عن الرافضة: لا تكلمهم ولا ترو عنهم، فإنهم يكذبون.

۳ . امام شافعی کہتے ہیں کہ میں نے شیعوں سے زیادہ جھوٹی گواہی دینے والا کسی کو نہیں دیکھا .

وقال الإمام الشافعي: لم أرَ أحداً أشهد بالزور من الرافضة.

۴ . اَعمش کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے کے لوگ روافض کو جھوٹا کہہ کر پکارتے تھے .

وقال الأعمش: أدركتُ الناسَ وما يسمُّونهم (أي الرافضة) إلا الكذابين.

۵ . یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ ہم ہر صاحبِ بدعت کی روایت نقل کرتے ہیں بشرطیکہ وہ اپنی بدعت کی دعوت دینے والا نہ ہو، لیکن روافض کی روایات ہرگز نقل نہیں کرینگے کیونکہ وہ جھوٹے ہیں .

وقال يزيد بن هارون: نكتبُ عن كل صاحبِ بدعةٍ إذا لم يكن داعيةً إلا الرافضة، فإنهم يكذبون.

۶ . شریک بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ جس سے ملو اس سے علم حاصل کر و مگر روافض سے نہیں، کیونکہ یہ روایات گھڑتے ہیں اور اسی کو دین بناتے ہیں .

وقال شريك بن عبدالله: احمِل العلمَ عن كل من لقيتَ إلا الرافضة، فإنهم يضعون الحديث، ويتخذونه ديناً.

۷ . عبد اللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ دین تو محدثین کے پاس ہے اور حیلے اور کلام اہل رائے کے پاس اور جھوٹ روافض کے پاس .

وقال عبدالله بن المبارك: الدينُ لأهل الحديث، والكلامُ والحيلُ لأهل الرأي، والكذبُ للرافضة. (المنتقى من منهاج الاعتدال للذهبي، ص:480).

۸ . علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ روافض مخلوق میں سب سے زیادہ جھوٹے ہیں .

وقال العلامة ابن القيم: الرافضةُ أكذبُ خلق الله. (المنار المنيف (ص:52)، وانظر منهاج السنة النبوية (16/1) فما بعدها).

خلاصہ کلام

متقدمین محدثین نے متقدمین شیعوں کی روایات اپنی کتابوں میں ضرور نقل کی ہیں لیکن بعد کے علماء اور محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ روافض کی کتابوں میں سوائے جھوٹ کے کچھ بھی نہیں ملتا، لہذا ایسی روایات جو صرف شیعہ کتب میں منقول ہوں اور اس کی کوئی معتبر سند نہ ہو وہ قابل قبول نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبد الباقی اخونزادہ

۲۲ فروری ۲۰۲۰ کراچی

تنبیہات سلسلہ نمبر 304

روافض کی موت پر خوشی

سوال: مندرجہ ذیل روایات کی تحقیق مطلوب ہے:

۱ . نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردے دو طرح کے ہوتے ہیں: خود راحت پانے والے اور دوسروں کی راحت کا سامان بننے والے۔ مؤمن شخص موت کے ساتھ دنیاوی تھکاوٹوں سے نجات حاصل کرلیتا ہے، جبکہ فاجر شخص کی موت لوگوں، علاقوں، حتی کہ جانوروں اور درختوں کیلئے راحت کا باعث ہوتی ہے۔(صحیح البخاري:6147، صحیح مسلم:950)

۲ . جب رافضیوں کے شیخ ابن المعلم کی موت واقع ہوئی تو ابن النقیب رحمہ اللہ نے مبارکباد کی مجلس منعقد کی اور فرمایا: ابن المعلم کی موت دیکھ لینے کے بعد اب مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میری موت کب آتی ہے. (تاریخ بغداد للخطیب البغدادي: 10/382)

۳ . بغداد کے امراء میں سے ایک حسن بن صافی الترکی متعصب رافضی تھا۔ جب اس کی موت واقع ہوئی تو اہلِ سنت نے خوشی کے شادیانے بجائے اور خوب شکر ادا کیا، کوئی بندہ ایسا نہ تھا جو اللہ کی حمد وثناء بیان نہ کرتا ہو۔(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: 12/338)

(سائل: شاہ جی کراچی)

الجواب باسمہ تعالیٰ

سوال میں موجود روایت اور حوالہ جات کی تحقیق سے قبل کچھ اصولی باتوں کا جاننا ضروری ہے.

آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی امت کو مُردوں کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا، کیونکہ وہ مردے اپنے کئے ہوئے اعمال کے پاس پہنچ گئے. (اگر نیک ہونگے تو جنت، اور اگر برے ہونگے تو جہنم).

وقد صحَّ في الباب عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ الله عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا". (رواه البخاري:1329).

اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کی تباہی کو نعمت سمجھنا اور اس پر خوشی کا اظہار کرنا، اس کی دعوت خود قرآن کریم میں موجود ہے:

١. قوله تعالى: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحاً وَجُنُوداً لَمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيراً}. [الأحزاب: 9].

اس آیت میں دشمنوں کی بربادی کو نعمت قرار دیا گیا، اور مسلمانوں کو ذکر اور شکر کا حکم دیا گیا۔

اہل ایمان کی گواہی جنت اور جہنم دلاتی ہے:

ایک جنازہ پر گذر ہوا تو صحابہ نے کہا کہ اچھا آدمی تھا، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ واجب ہو گئی، ایک اور جنازے پر گذر ہوا تو صحابہ کرام نے کہا کہ برا آدمی تھا، تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: واجب ہو گئی، حضرت عمر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا واجب ہو گئی؟ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ جس کے بارے میں تم نے اچھائی کی گواہی دی اس کیلئے جنت واجب ہو گئی، اور جس کیلئے تم نے برے ہونے کی گواہی دی اس کیلئے جہنم واجب ہو گئی۔

عن أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ الله عَنْهُ قال: مَرُّوا بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَجَبَتْ" ثُمَّ مَرُّوا بِأُخْرَى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ: "وَجَبَتْ" فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ الله عَنْهُ: مَا وَجَبَتْ؟ قَالَ: "هَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَهَذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ الله فِي الْأَرْضِ". [رواه البخاري (1301) ومسلم(949)].

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ جب واضح حدیث میں مُردوں کے بارے میں تبصرہ کرنے سے منع کیا گیا ہے، تو پھر یہاں صحابہ نے کیسے اس جنازے کے بارے میں تبصرہ کیا؟ تو جواب یہ دیا ہے کہ کسی گناہگار مسلمان کے بارے میں یہ ممانعت ہے کہ اس کا برا تذکرہ کیا جائے، البتہ کافر، منافق، کھلم کھلا فاسق اور بدعتی کی برائی کا تذکرہ منع نہیں ہے، کیونکہ جب ان کی برائی کا تذکرہ ہو گا تو لوگوں کو ان کی اقتداء اور انکے راستے پر چلنے سے روکا جائے گا۔

قال بدر الدين العيني رحمه الله: فإن قيل: كيف يجوز ذكر شر الموتى مع ورود الحديث الصحيح عن زيد بن أرقم في النهي عن سبّ الموتى وذكرهم إلا بخير؟ وأجيب: بأن النهي عن سب الأموات غير المنافق والكافر والمجاهر بالفسق أو بالبدعة، فإن هؤلاء لا يحرُم ذكرُهم بالشر للحذر من طريقهم ومن الاقتداء بهم. (عمدة القاري، شرح صحيح البخاري:8/195).

سوال میں مذکور روایات کے حوالے:

١ . پہلی روایت کا حوالہ:

یہ روایت بخاری، مسلم میں موجود ہے:

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ بْنِ رِبْعِيٍّ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مُرَّ عَلَيْهِ بِجَنَازَةٍ فَقَالَ: مُسْتَرِيحٌ وَمُسْتَرَاحٌ مِنْهُ"، قَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ! مَا الْمُسْتَرِيحُ وَالْمُسْتَرَاحُ مِنْهُ؟ فَقَالَ: "الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ يَسْتَرِيحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْيَا، وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيحُ مِنْهُ الْعِبَادُ، وَالْبِلَادُ، وَالشَّجَر، وَالدَّوَابُّ". [رواه البخاري (6147)، ومسلم (950)، وبوَّب عليه النسائي في سننهِ (1931): "باب الاستراحةُ من الكفارِ"].

امام نووی رحمہ اللہ اس روایت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ لوگوں کا گناہگار بندے سے راحت پانے کا مطلب یہ ہے کہ لوگ اس کی اذیتوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں، یا تو وہ ظلم کرتا ہے یا پھر ایسے منکرات کا ارتکاب کرتا ہے جس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے.

قال النووي رحمه الله: معنى الحديث: أن الموتى قسمان: مستريح ومستراح منه، ونصب الدنيا: تعبها، وأما استراحة العباد من الفاجر معناه: اندفاع أذاه عنهم، وأذاه يكون من وجوه، منها: ظلمه لهم، ومنها: ارتكابه للمنكرات فإن أنكروها قاسوا مشقة من ذلك، وربما نالهم ضرره، وإن سكتوا عنه أثموا.. (شرح مسلم:7/21،20)

٢ . دوسری روایت کا حوالہ:

وقال الخطيب البغدادي رحمه الله في ترجمة عبيدالله بن عبدالله بن الحسين أبوالقاسم الخفَّاف المعروف بابن النقيب: كتبتُ عنه، وكان سماعه صحيحاً، وكان شديداً في السنَّة، وبلغني أنه جلس للتهنئة لما مات ابن المعلم شيخ الرافضة وقال: ما أبالي أي وقت مت بعد أن شاهدت موت ابن المعلم. (تاريخ بغداد:10/382).

٣ . تیسری روایت کا حوالہ:

قال ابن كثير رحمه الله فيمن توفي (سنة 568هـ): الحسن بن صافي بن بزدن التركي، كان من أكابر أمراء بغداد المتحكمين في الدولة، ولكنه كان رافضيّاً خبيثاً متعصباً للروافض، وكانوا في

خفارته وجاهه، حتى أراح الله المسلمين منه في هذه السنَة في ذي الحجة منها، ودفن بداره، ثم نقل إلى مقابر قريش، فلله الحمد والمنَّة.

وحين مات فرح أهل السنة بموته فرحاً شديداً، وأظهروا الشكر لله، فلا تجد أحداً منهم إلا يحمد الله. (البداية والنهاية: 12)

کافر، مبتدع اور ظالم کی موت پر خوشی کے اظہار کے مزید حوالہ جات:

۱ . آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا کعب بن الأشرف کی موت پر خوش ہونا.

قال الحافظ ابن حجر في فتح الباري(7/340): وَفِي رِوَايَةِ بن سَعْدٍ: فَلَمَّا بَلَغُوا بَقِيعَ الْغَرْقَدِ كَبَّرُوا وَقَدْ قَامَ رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ يُصَلِّي، فَلَمَّا سَمِعَ تَكْبِيرَهُمْ كَبَّرَ وَعَرَفَ أَنْ قَدْ قَتَلُوهُ، ثُمَّ انْتَهَوْا إِلَيْهِ فَقَالَ: أَفْلَحَتِ الْوُجُوهُ.. فَقَالُوا: وَوَجْهُكَ يَارَسُولَ الله! وَرَمُوا رَأْسَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَحَمِدَ الله عَلَى قَتْلِهِ.

۲ . أبو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مسیلمہ کذاب کے قتل پر سجدہ شکر ادا کرنا.

وقد سجد أبوبكر الصِّدِّيق لما جاءه قتلُ مُسَيْلِمة الكذَّاب.

۳ . حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب المخدج الخارجی کو مرا ہوا دیکھا تو آپ نے سجدہ شکر ادا کیا.

وقد سجد علي ﷺ لله شكراً لمقتل "المخدَّج" الخارجي لما رآه في القتلى في محاربته له.

علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی نے خوارج سے جنگ کی، اور ان کے بڑے ذوالثدیہ کی موت پر خوشی کا اظہار کیا، اور سجدہ شکر ادا کیا، جبکہ جنگ جمل اور صفین میں شہید ہونے والوں پر خوشی کے بجائے غم اور افسوس کا اظہار کیا.

قال شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله: وقاتل أمير المؤمنين علي بن أبي طالب ﷺ الخوارِجَ، وذكر فيهم سنَّة رسول الله المتضمنة لقتالهم، وفرح بقتلهم، وسجد لله شكراً لما رأى أباهم مقتولاً وهو ذو الثُّدَيَّة.

بخلاف ما جرى يوم "الجمل" و "صفين"؛ فإن عليّاً لم يفرح بذلك، بل ظهر منه من التألم والندم ما ظهر. (مجموع الفتاوى: 395/20)

۴ . جب ابن اَبی داوٗد کو آدھے جسم کا فالج لگا تو اہل سنت بہت خوش ہوئے، اور خوشی کے اشعار لکھے.

ولما أُصيب المبتدع الضال "ابن أبي دؤاد" بالفالج (وهو الشلل النصفي) فرح أهل السنَّة بذلك، حتى قال ابن شراعة البصري: أَفَلَتْ نُجُومُ سُعودِك ابنَ دُوَادِ... وَبَدتْ نُحُوسُكَ في جميع إيَادِ فَرِحَتْ بمَصْرَعِكَ البَرِيَّةُ كُلُّها... (تاريخ بغداد، للخطيب البغدادي:155/4).

۵ . خلال کہتے ہیں کہ امام اَحمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ ابن ابی داوٗد کے ساتھیوں پر مصیبت آنے سے لوگ خوش ہوتے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی تکلیف پر کون خوش نہیں ہوتا؟

قال الخلَّال رحمه الله: قيل لأبي عبدالله (أي: الإمام أحمد بن حنبل): الرجل يفرح بما ينزل بأصحاب ابن أبي دؤاد، عليه في ذلك إثم؟ قال: ومن لا يفرح بهذا؟ (السنَّة:121/5).

(ابن ابی داوٗد نے خَلق قرآن کا فتنہ کھڑا کیا تھا)

٦ . حجاج بن یوسف کی موت پر امام النخعی سجدے میں گئے اور خوشی سے رونے لگے۔(السیر للذھبی:4/524).

ے . جب مشہور گمراہ المریسی کی موت کی خبر بازار میں بشر بن الحارث کو دی گئی تو کہا کہ یہ شہرت کی جگہ نہ ہوتی تو سجدہ شکر ادا کرتا، اس کی موت پر الحمدللہ.(تاریخ بغداد 7/66)

۸ . جب عبدالمجید ابن عبدالعزیز بن داود مرجیہ کی موت کی خبر صنعانی رحمہ اللہ کو ملی تو فرمایا: الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے راحت دلادی.

وصح عن عبدالرزاق الصنعاني رحمه الله أنه لما جاءه نعي عبدالمجيد بن عبدالعزيز بن أبي رواد وهو من كبار المرجئة قال: الحمد لله الذي أراح المسلمين منه ...

۹ . جب وھب بن قریشی گمراہ کی موت کی خبر عبدالرحمن بن مہدی کو معلوم ہوئی تو کہا: اللہ کا شکر ہے مسلمانوں کی جان چھوٹ گئی.(لسان المیزان، لابن حجر:8/402)

وكذلك لما مات وهب بن وهب القرشي الكذاب الدجال قال عبدالرحمن بن مهدي: الحمد لله الذي أراح المسلمين منه.

خلاصہ کلام

کوئی بھی انسان خواہ وہ کتنا ہی گناہگار کیوں نہ ہو، اس کی موت پر خوشی منانا ہر گز درست نہیں، البتہ شریر کافر، ظالم، بدترین بدعتی (جو اصول دین کا منحرف ہو)، یا ایسا فاسق جو اپنے فسق کا پرچار کرتا ہو اور اسکی طرف دعوت دیتا ہو، ان کی موت پر خوشی کا اظہار سنت اور اسلاف کا طریقہ رہا ہے، لیکن خوشی کے اظہار میں غلو کرنا یا حد سے تجاوز کرنا ہر گز درست نہیں.

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ

۱۶ ستمبر ۲۰۲۰ کراچی